



قرآن اور فارق اعظم رضی اللہ عنہ

یعنی

امیر المؤمنین امیر اہل بیت حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان اور آپ کی رائے کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات اور ان کا تفصیلی پس منظر



کچہری روڈ پشور سیالکوٹ
0300-6175026

مکتبہ ہدایتیہ اسلامیہ

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ
الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ
الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ

قرآن اور فارق عظیم

یعنی

امیر المؤمنین، سراد پیغمبر، حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی شان اور آپ کی رائے کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات اور ان کا تفصیلی پس منظر

مولانا مفتی عصمت اللہ

کبیری ڈویژن، سیالکوٹ
0300-6175026

مکتبہ بشیر الہامی شہید

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

قرآن اور فاروق اعظم	نام کتاب:
مفتی عصمت اللہ	مصنف:
حافظ محمد ندیم قاسمی	باہتمام:
الحافظ پرنٹرز اردو بازار گوجرانوالہ	کمپوزنگ:
1100	تعداد:
80	صفحات:
50/- روپے	قیمت:
کتب خانہ سید احمد شہید کچہری روڈ پسرور	ناشر:

ملنے کے پتہ

ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	☆.....
مکتبہ عمرو بن عاص اردو بازار لاہور	☆.....
ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نھرۃ العلوم گوجرانوالہ	☆.....
ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	☆.....
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	☆.....
سرحد اسلامی کیسٹ ہاؤس پیرودھائی روڈ راولپنڈی	☆.....
اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	☆.....
مکتبہ خالد بن ولید نزد دارالعلوم کورنگی کراچی	☆.....
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار گوجرانوالہ	☆.....
مدنی کتب خانہ نزد تبلیغی مرکز مدنی مسجد مانسہرہ	☆.....

اقتساب

میں اپنی اس کاوش کو
بقیۃ السلف

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ (پسروری)

.....اور.....

اپنے واجب الاحترام والد گرامی مداح صحابہ رضی اللہ عنہم
صوفی نذیر احمد صاحب (میانی کوٹلی)
کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تقریظ..... زبدۃ العلماء حضرت مولانا عبد المجید شیخ الحدیث جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال	7
۲	پیش لفظ..... عصمت اللہ	9
۳	آیت (۱) قل من کان عدواً (الخ)	12
۴	لفظ جبرائیل کی تشریح	13
۵	حضرت جبرائیل کا عند اللہ مقام و مرتبہ (الخ)	"
۶	قرآن پاک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر	"
۷	حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا	15
۸	یہود کی حضرت جبرائیل سے عداوت کی وجوہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے	"
۹	آیت (۲) واتخذوا من مقام (الخ)	19
۱۰	مقام ابراہیم کی تشریح	"
۱۱	حضرت عمرؓ کی رائے اور مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرنا کا حکم	"
۱۲	مختصر تاریخ	21
۱۳	مقام ابراہیم کے پاس نماز کی حیثیت	"
۱۴	آیت (۳) یسئلونک عن الخمر (الخ)	24
۱۵	حضرت عمرؓ کی رائے اور آیات حرمت شراب کا نزول	"
۱۶	حرمت شراب کے تدریجی احکام	26
۱۷	حرمت و مذمت شراب کے متعلق چند احادیث	29
۱۸	آیت (۴) احل لکم لیلۃ الصیام (الخ)	31
۱۹	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور نزول آیت	32

34	آیت (۵) فلا وربك لا يؤمنون (الخ)	۲۰
"	مناقب کے فیصلہ رسول سے انکار پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور تائید ایزدی	۲۱
37	آیت (۶) كما اخرجك ربك (الخ)	۲۲
"	میدانی جنگ کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے اور نزول قرآن	۲۳
39	آیت (۷) ما كان لبي (الخ)	۲۴
"	مختصر تذکرہ غزوہ بدر	۲۵
42	اسیران بدر کی بابت مشورہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور تائید ایزدی	۲۶
44	فدیہ لے کر چھوڑنے پر تنبیہ	۲۷
46	آیت (۸) ولا تصل على احد (الخ)	۲۸
"	رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا مختصر تعارف	۲۹
48	عبداللہ بن ابی کی موت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے	۳۰
52	آیت (۹) فببارك الله (الخ)	۳۱
"	خلقت انسانی کے مدارج	۳۲
55	آیت (۱۰) ولولا اذ سمعتموه (الخ)	۳۳
"	مختصر واقعہ فک، فاروقی رائے اور تائید ایزدی	۳۴
58	آیت (۱۱) يا ايها الذين امنوا ليس تاذنكم (الخ)	۳۵
59	حصول اجازت کا طریقہ	۳۶
60	اقارب کیلئے خاص اوقات میں اجازت مانگنا اور فاروقی رائے پر نزول آیت	۳۷
64	آیت (۱۲) يا ايها الذين امنوا لا تدخلوا (الخ)	۳۸
"	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام و نسب اور زید بن حارثہ سے نکاح	۳۹
65	حضور ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح	۴۰
67	تاریخ نکاح، مہر اور وفات	۴۱
"	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور نزول آیت حجاب	۴۲

- ۴۳ فاروق اعظمؓ کی رائے سے مطابقت رکھنے والی آیت حجاب سے مراد کون سی آیت ہے؟
- ۴۴ آیت (۱۳) ثلثة من الاولین (الخ)
- ۴۵ اہل جنت و دوزخ کی اقسام
- ۴۶ مفسرین نے اولین و آخرین کی تفسیریں بیان کی ہیں
- ۴۷ آیت (۱۴) سو آء علیہم استغفرت لہم (الخ)
- ۴۸ حضور ﷺ کا منافقین کیلئے استغفار اور فاروق اعظمؓ کی رائے اور اعلان خداوندی
- ۴۹ آیت (۱۵) عسی ربہ ان طلقکن (الخ)
- ۵۰ قصہ تنخیر طلاق اور آپ ﷺ کا شہد تناول فرمانا
- ۵۱ حضرت عمرؓ کی رائے اور دو آیتوں کا نزول
- ۵۲ آیت (۱۶) ان تتوبا الی اللہ (الخ)
- ۵۳ آیت (۱۷) یا یہا النبی (الخ)



تقریظ

زبدۃ العلماء

حضرت مولانا عبد المجید انور صاحب

شیخ الحدیث جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال

مراد نبوت خلیفۃ الرسول امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات میں حق جل مجدہ نے بے حد و شمار فضائل و کمالات ودیعت فرمائے..... آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیوں نے ان کے آئینہ قلب کو ایسا صاف و شفاف اور منور کیا کہ کمالات نبوت کا عکس اور پرتو اس میں جگمگانے لگا..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض..... صحبت اور نگاہ کیمیا اثر نے آپ کو جن گونا گوں خوبیوں..... متنوع کمالات اور امتیازی خصوصیات سے نوازا ان میں سے ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیات اور احکام خداوندی آپ کی خواہش اور رائے کی موافقت اور تائید میں نازل ہوئے..... حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ ہی کی زبانی اس نعت کبریٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں..... وافقت رسی فی ثلث..... کہ تین باتوں میں میں نے اپنے رب کی موافقت کی ہے علامہ طبری فرماتے ہیں کہ مذکورہ باتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے یا خواہش کا اظہار پہلے کیا تھا اور اس کی تائید و موافقت میں آیت کا نزول بعد میں ہوا جس پر..... ”وافقت رسی“ کہنے کے بجائے غایت تواضع اور کمال ادب کی رعایت رکھتے ہوئے موافقت کی نسبت اپنی طرف کی اور..... ”وافقت رسی“ فرمایا..... نیز ممکن ہے ادھر بھی اشارہ مقصود ہو کہ اللہ پاک کا یہ فیصلہ قدیم اور سابق ہے اور میری رائے بعد میں پیدا ہوئی..... مذکورہ روایت میں تین امور کی موافقت کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں..... کہ ”تین کی تخصیص اور زیادہ کی نفی مراد نہیں جب کہ ہماری نظر میں ان موافقات کی تعداد ۱۵ تک پہنچتی ہے“ زیر نظر رسالہ میں عزیز محترم

مولانا عصمت اللہ صاحب نے ”موافقات عمر“ کی ان ۱۵ آیات کو یک جا کر دیا ہے اور معروف تفسیروں کے حوالہ سے ان کی مناسب تشریح بھی کر دی ہے اس طرح سے علم کے یہ گراں بہا موتی ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں عزیز موصوف نے اس علمی رسالہ سے اپنے قلمی سفر کا قابل قدر آغاز کیا ہے..... اللہ پاک انہیں مزید درمزید ہمت و توفیق سے نوازیں اور علم و تحقیق کے سفر کا اعلیٰ ذوق اور خوب سے خوب تر کی طرف بڑھنے کا عظیم حوصلہ عطا فرمائیں کہ ”حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں“.....

عبدالمجید عفا اللہ عنہ
جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال

﴿پیش لفظ﴾

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امام الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے۔

آپ ﷺ کا قبول اسلام بھی رسول خدا ﷺ کی دعاؤں کا ثمر تھا..... جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دولت اسلام سے نوازا تو مسلمانوں کو بڑی خوشی و مسرت و فرحت و انبساط اور تقویت حاصل ہوئی..... اس دور میں مسلمانوں کو کفار کی طرف سے طرح طرح کے مصائب و شدائد، تنگیوں اور سختیوں میں مبتلا کیا جاتا..... کوئی مسلمان کھلے عام عبادت نہیں کر سکتا تھا..... عبادت تک چھپ کر کی جاتی تھیں..... مشرکین مکہ مسلمانوں پر روز بروز اپنے ظلم و ستم کا دائرہ وسیع کرنے کے درپہ ہوتے تھے..... ان حالات میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اسلامی تاریخ میں ایک عظیم و غیر معمولی واقعہ تھا..... اعداء اسلام کے عزائم پر پانی پھر گیا..... دین اسلام کی ترویج و ترقی میں تیزی آنے لگی تھی مسلمانوں سے کفار کے رعب و دبدبہ کے بادل چھٹنے لگ گئے..... کفر و شرک کے ایوانوں میں زلزلہ پر پا ہو گیا اب مسلمان اللہ کی عبادت اعلانیہ کرنے لگے.....

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت الی المدینہ کا حکم دیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرداران مکہ کو چیلنج کر کے اعلانیہ ہجرت کی..... مدینہ منورہ پہنچ کر غزوات و سرایا کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ ﷺ ہر لڑائی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ مخالفین دین رحمت کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے تھے..... امام الانبیاء ﷺ جنگ ہو یا صلح معاہدات ہوں یا معاملات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ سے طے فرماتے تھے ان میں بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی..... کئی دفعہ ایسے بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے و مشورہ کو اس قدر پسند فرمایا کہ اس کی تائید میں قرآنی آیات نازل فرمائیں..... چنانچہ محدثین و مفسرین اور مؤرخین نے تفاسیر و احادیث اور تاریخ اسلامی کی کتابوں میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصاف و کمالات کے باب میں اس وصف و کمال کو نمایاں اور امتیازی حیثیت سے بیان کیا ہے..... بعض علماء نے اپنی کتابوں میں ”موافقات عمر“ کے عنوان سے مستقل باب قائم کر کے آپ کی رائے کے موافقت میں نازل شدہ آیات کو یکجا کر دیا ہے..... جیسے تاریخ الخلفاء للسيوطی..... تحفہ الاحباب

..... الفاروق وغیرہ ان کتابوں میں موافقات عمر کو اگرچہ یکجا کر دیا گیا ہے لیکن الگ الگ ہر آیت کے سیاق و سباق اور نزول آیت سے متعلقہ ہر واقعہ..... پس منظر بیان کرنے کی بجائے صرف اس کی طرف اشارہ پر اکتفاء کیا گیا ہے..... موافقات کے بارے میں مستند و معتبر کتب کے حوالہ جات سے کوئی مستقل رسالہ یا تصنیف اس وقت دستیاب نہیں.....

چند سال قبل راقم السطور کو ان آیات کی تعداد و تفصیل درکار تھی تو تلاش بسیار کے باوجود کوئی رسالہ نہ مل سکا..... اس وقت سے راقم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے متعلق نازل ہونیوالی آیات کو یکجا کرنے اور متعلقہ واقعات کو تفصیلاً لکھنے کا عزم و ارادہ کر لیا..... جسے خدائے بزرگ و برتر نے اپنی خصوصی توفیق و عنایت سے پایہ تکمیل تک پہنچایا..... کتاب کی بعض خصوصیات یہ ہیں:

- (۱) ہر آیت ترجمہ کے ساتھ باحوالہ لکھ دی گئی ہے.....
 - (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے.....
 - (۳) دیگر متعلقہ آیات کو مستقل عنوان کے تحت ذکر کرنے کی بجائے ضمناً لکھ دیا گیا ہے..... تاکہ مضمون بلاوجہ طویل نہ ہو.....
 - (۴) جملہ آیات مضامین کو مدلل و باحوالہ لکھا گیا ہے تاکہ ہر قاری بالخصوص واعظین حضرات نہایت اطمینان و اعتماد کے ساتھ بیان کر سکیں.....
- تاہم خطا و نسیان انسان سے جدا نہیں..... اہل علم و دانش کوئی بھی غلطی پائیں تو ضرور مطلع کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو قبول فرمائے..... اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین.....

محتاج دعا
عصمت اللہ عفی عنہ
(مقیم) نارووال

دُرودِ ابراہیمی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
 اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
 آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
 إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱)

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ
مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ
فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۝

(پ، سورۃ البقرۃ، آیت ۹۷، ۹۸)

”فرمادیجیے جو کوئی ہے دشمن جبرائیل کا پس اس نے تو اتارا
ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا
اس کلام کو جو اس سے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور
خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو کوئی ہو دشمن اللہ تعالیٰ
کا اور اس کو فرشتوں کا اور اسکے پیغمبروں کا اور جبرائیل کا اور
میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا۔“

رسول خدا ﷺ کے درخشندہ و تابندہ صحابہ رضی اللہ عنہم پیغمبر اسلام کی محبت و
مودت سے سرشار چمنستان اسلام کے معطر پھول اللہ تعالیٰ کی توحید کے
شیدائی پیکر صدق و وفا اور داعیان دین برحق تھے ان کے دلوں میں اتباع
خدا و رسول کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ہر صحابی خوبیوں اور کمالات کا پیکر تھا
دنیا و آخرت کی فوز و فلاح ان کا مقدر بن چکی تھی۔

بے شمار اوصاف ان کے اندر موجود تھے لیکن بعض خصوصیات
بعض صحابہ میں بطور خاص پائی جاتی ہیں جو ان کا طرہ امتیاز ہیں ان

خاص اوصاف کے کامل افراد میں سے ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں..... جن کی عظمت و بزرگی کو نہ تو احاطہ تحریر میں لایا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کے اوصاف و محاسن کو شمار کیا جاسکتا ہے..... یہی وہ عظیم انسان ہیں کہ بعض اوقات جن کی رائے کو اللہ تعالیٰ عرش بریں سے قرآن نازل کر کے ہمیشہ کیلئے ضابطہ بنا دیتے تھے..... ایسی آیات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہم خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے..... ان میں سے سورۃ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کریمہ بھی ہے جس کی کچھ تفصیل درج کی جاتی ہے.....

لفظ جبرائیل کی تشریح:

”جبر“ بمعنی اعبد (بندہ) اور ”ایل“ اللہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں..... انما کان قولہ جبرائیل کقولہ عبد اللہ وعبد الرحمن..... جبرائیل آدمیوں کے ناموں میں عبد اللہ اور عبد الرحمن کی طرح ہے، ابن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے..... اسم جبرائیل فی الملائکہ خادمہ اللہ..... فرشتوں میں حضرت جبرائیل نام کا فرشتہ اللہ کا خادم ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا عند اللہ مقام و مرتبہ اور اوصاف و کمالات:

حضرت جبرائیل علیہ السلام سید الملائکہ ہیں..... اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات کو انبیاء و رسل تک پہنچانے کی ذمہ داری انہیں سونپ رکھی تھی..... بعض اوقات کسی قوم کی بد اعمالیوں کی وجہ سے باذن اللہ ان پر عذاب لیکر بھی اترتے تھے..... ان کے چھ سو پر ہیں.....

قرآن پاک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں تین جگہ آیا ہے..... دو مرتبہ

تو مذکورہ بالا آیت میں اور تیسری مرتبہ سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.....

“فان الله هو مولاہ وجبریل وصالح المومنین“

پس بیشک اللہ تعالیٰ اس (نبی رحمت) کا دوست ہے اور جبرائیل اور نیک بخت ایمان والے..... ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... انه لقول رسول کریم..... بے شک یہ (قرآن) بڑی عزت والے قاصد کا لایا ہوا کلام ہے..... ذی قوۃ عند ذی العرش مکین..... قوت والا ہے عرش والے کے پاس بڑے مرتبے والا ہے..... مطاع ثم امین..... اس کی بات وہاں مانی جاتی ہے (فرشتوں میں) امانتدار ہے..... وما صا حبکم بمجنون..... اور تمہارا صاحب (جس پر قرآن اترا) کچھ دیوانہ نہیں..... ولقد راہ بالافق المبین..... اور اس نے دیکھا ہے اس فرشتے کو آسمان کے کھلے کنارے کے پاس..... (پارہ ۳۰ سورۃ التکویر) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چھ مختلف صفات کا ذکر کیا ہے..... جن سے ان کی عظمت و بزرگی واضح ہوتی ہے.....

نمبر ۱..... رسول: یعنی قرآن پاک ہے تو اللہ کا کلام لیکن اس کو اللہ کے پاس سے لانے والے جبرائیل ہیں جو دلیل ہے..... ان کی بلندی مرتبت کی.....

نمبر ۲..... کریم: عزت والے ہیں

نمبر ۳..... ذی قوۃ: طاقت والے ہیں ان کی طاقت کا اندازہ کئی بستیوں پر عذاب لانے والے واقعات سے لگایا جاسکتا ہے.....

نمبر ۴..... مکین: اللہ تعالیٰ کے ہاں صاحب مرتبہ ہیں.....

نمبر ۵..... مطاع: چونکہ حضرت جبرائیل فرشتوں کے سردار ہیں لہذا املاء اعلیٰ میں ان کی بات مانی جاتی ہے.....

حضور ﷺ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا:

حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔

اول..... ابتدائے نبوت کے زمانہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے..... آسمانی فضاء بھری ہوئی تھی..... آپ ﷺ نے مشاہدہ کیا تو خوف سا طاری ہو گیا..... گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے کبمل اڑادو کہ سردی محسوس ہو رہی ہے.....

دوم..... دوسری دفعہ دیکھنے کا ذکر سورۃ النجم میں ہے کہ جب آپ معراج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی حالت میں دیکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... ولقد راہ ذلۃ اخری..... اور اس نے اس کو دیکھا ہے اترتے ہوئے ایک بار اور بھی..... عند سدرۃ المنتہی..... سدرۃ المنتہی کے پاس (پارہ ۲۷) اس سورۃ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طاقت کا ذکر کیا ہے.....

یہود کی حضرت جبرائیل سے عداوت کی وجوہ اور فاروق اعظم کی رائے:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات مینات سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی ہیں..... شععی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (روحاء مدینہ منورہ سے جنوب کی طرف چالیس میل کے فاصلہ پر ہے..... تاریخ الاسلام) (جگہ کا نام) میں آئے تو دیکھا کہ لوگ پتھروں کے پاس آکر نماز ادا کرتے ہیں..... پوچھا کہ کیا بات ہے؟ جواب ملا اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی ہے، آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو

جہاں بھی نماز کا وقت آتا تھا ادا کر لیتے تھے..... لوگوں نے خواہ مخواہ اس جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کر لیا ہے..... پھر حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ میں یہودیوں کے پاس جایا کرتا تھا کہ دیکھوں کیسے تورات قرآن کی تصدیق کرتی ہے اور قرآن تورات کی..... یہود کو میرے ساتھ محبت ہوگئی اور ان سے میری بات چیت ہوتی رہتی تھی..... ایک دن میں ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ادھر سے حضور ﷺ کا گذر ہوا..... انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ تمہارے نبی جا رہے ہیں..... میں نے کہا اچھا تو میں جاتا ہوں..... لیکن یہ بتلاؤ کہ میں تمہیں اللہ وحدہ لا شریک اور اس کی کتاب اپنے اندر موجود ہونے کو خیال میں رکھ کر رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو؟ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں..... اس پر سب خاموش ہو گئے..... ان کے بڑے عالم نے جو ان میں علم میں کامل تھا..... اس نے کہا کہ اس نے تمہیں سخت قسم دی ہے سچا جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہی ہمارے بڑے عالم ہیں جواب دیجئے..... پھر اس نے کہا کہ آپ نے زبردست قسم دی ہے تو سچ یہ ہے کہ ہم دل سے جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں..... حضرت عمرؓ نے فرمایا..... میں نے ان سے کہا کہ افسوس ہے تم جانتے ہو تو مانتے کیوں نہیں؟ کہنے لگے صرف اس وجہ سے کہ ان کے پاس آسمان سے وحی لیکر آنے والا فرشتہ جبرائیل ہے..... وہ تنگی..... سختی..... شدت اور عذاب لے کر آتا ہے..... ہم ان کے اور وہ ہمارے دشمن ہیں..... اگر میکائیل وحی لیکر آتے جو کہ رافت و راحت نرمی اور رحمت لیکر آتے ہیں تو ہم تسلیم کر لیتے..... میں نے کہا کہ انکی خدا کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے؟ انہوں نے کہا کہ جبرائیل اللہ کے داہنے بازو ہیں اور میکائیل بائیں..... میں نے کہا: اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں..... جو ان میں سے کسی کا بھی دشمن ہے..... اس کا خدا دشمن ہے اتنا کہہ کر میں چلا آیا..... حضور ﷺ کے پاس

پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا..... یا ابن الخطاب وقد انذل الله..... من كان
عدو الله الخ..... یعنی مجھ پر تازہ وحی نازل ہوئی ہے..... پھر آپ ﷺ نے آخر
تک یہ آیات تلاوت کیں..... من كان عدو الله الخ۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۱ ج ۱)
ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے..... ان يهوديا لقي عمر بن الخطاب
فقال جبرائيل الذي يذكر صا حبكم عدو لنا فقال عمر (من كان عد
والله الخ قال فنزلت على لسان عمر) (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۲ ج ۱)

کہ ایک یہودی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو یہودی نے کہا
جبرائیل علیہ السلام فرشتہ جس کا تمہارے دوست نبی ﷺ ذکر کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن
ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (جو کوئی اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا دشمن ہے تو اللہ
تعالیٰ ان کافروں کا دشمن ہے) پھر مذکورہ بالا آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے
ادا ہونے والے الفاظ کے مطابق نازل ہوئی..... روح المعانی میں ہے کہ یہود بے
یہود کا حضرت جبرائیل کے متعلق یہ نظریہ تھا۔

یطلع محمدا علی اسرارنا وانه صاحب كل خسف وعذاب
”کہ جبرائیل ہمارے راز محمد ﷺ کو بتلاتے ہیں اور وہ قحط اور
عذاب لیکر نازل ہوتے ہیں۔“

نیز ایک مرتبہ یہودیوں کے ایک بڑے عالم عبد اللہ بن صوریہ کی حضور
ﷺ سے گفتگو ہوئی تو اس نے وحی لانے والے فرشتے کے متعلق سوال کیا تو آپ
ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام لیا تو اس پر عبد اللہ بن صوریہ نے کہا کہ یہ تو
وہی فرشتہ ہے..... جو ہمارا دشمن بھی ہے اور اس نے ہمارے دشمن بادشاہ بخت نصر
کی اس وقت مدد کی تھی جب ہمیں اس بادشاہ کے بیت المقدس کے بارے میں
خیالات کا پتہ چلا کہ وہ اس کو خراب و برباد کر دیگا..... تو ہم نے بخت کے قتل کیلئے

ایک آدمی روانہ کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قتل میں رکاوٹ ڈالتے ہوئے کہا!

ان کان ربکم امرہ بھلا لکم فلا یسلطکم علیہ والا

فیم تقتلونہ؟ (روح المعانی ص ۳۳۱ ج ۱.....)

”یعنی حضرت جبرائیل نے اس کا (بخت نصر) کا دفاع کرتے

ہوئے کہا کہ تمہارے رب نے ہی اسے تمہاری ہلاکت پر مقرر

کیا ہے..... لہذا وہ تم کو اس پر تسلط و غلبہ نہیں دے گا۔“

پھر تم اس کو قتل کیوں کرتے ہو؟

ان وجوہات کی بناء پر یہودی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے تھے

..... اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو امن و سلامتی والا فرشتہ قرار دیتے تھے..... پھر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر یہود نے یہ بھی کہا کہ جبرائیل علیہ السلام اللہ کی دائیں جانب

اور میکائیل بائیں جانب ہیں۔

جس پر یہودیوں کے ان خیالات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا

کہ اگر ایسے ہی ہے تو میں کہتا ہوں ومن کان عد والا حدھما فھو

عدوللہ جو کوئی جبرائیل اور میکائیل میں سے کسی کا بھی دشمن ہے تو وہ حقیقت

میں اللہ کا دشمن ہے.....

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ

..... فوجد جبرائیل قد سبقہ بالوحی فقال ^{صلی اللہ علیہ وسلم} لقد وافقت ربک یا

عمر رضی اللہ عنہ (روح المعانی ص ۳۳۱ ج ۱۰) جبرائیل علیہ السلام تو اس کے بارے میں

وحی لیکر بھی آچکے ہیں..... جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ تیرے رب نے

تیری (یہود کے ساتھ بات چیت) میں موافقت فرمائی ہے.....



(۲)

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّیً

(پ، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۵)

”اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ۔“

مقام ابراہیم کی تشریح:

مقام ابراہیم کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں..... مقام ابراہیم سے مراد کوئی کمرہ نہیں ہے..... بلکہ اس سے مراد وہ مخصوص پتھر ہے..... جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی..... حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کو تعمیر کے لئے پتھر وغیرہ دیتے جاتے تھے..... اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے آپ کے پاؤں مبارک کے نشانات اب بھی اس پتھر پر موجود ہیں..... اس پتھر کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے.....

اعلان حج:

جب اللہ تعالیٰ نے..... اذن فی الناس بالحج..... (اے ابراہیم لوگوں میں حج کا اعلان کر دو) کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کر دیا تو آپ نے عرض کیا پروردگار میری آواز کون سنے گا..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

تمہارا کام اعلان کرنا ہے اور جن انسانوں کے مقدر میں حج ہوگا ان تک آواز پہنچا دینا میرا کام ہے.....

حضرت عمرؓ کی رائے اور مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرنے کا حکم:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اقدس ﷺ کے حج کا حال بیان کرتے ہوئے نقل

کرتے ہیں

قال؛ لما طاف النبي قال له هذا مقام ايمننا؟ قال نعم

..... قال افلا نتخذها مصلى؟ فانزل الله عزوجل

(واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى) و في روايه فلم

يلبث الا يسيرا حتى نزلت النحر۔ (تفسير ابن كثير ۱۰ ص ۱۶۹)

نبی ﷺ نے طواف کر لیا تو حضرت عمرؓ نے مقام ابراہیم کی طرف اشارہ

کر کے کہا کیا یہی ہمارے باپ کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں..... کیا پس ہم

اس کو نماز کی جگہ نہ بنالیں؟ اس پر آیت نازل ہوئی..... واتخذوا من مقام

ابراہیم مصلى..... کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو..... ایک روایت میں ہے

کہ حضرت عمرؓ کے سوال کے تھوڑی دیر بعد ہی یہ حکم نازل ہو گیا.....

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

عن انس قال عمر وافقت الله في ثلاث او وافقني ربي في

ثلاث قلت يا رسول الله لو اتخذت مقام ابراهيم مصلى

فانزل الله واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے تین باتوں

میں میری رائے اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق ہوئی یا میرے رب نے تین باتوں

میں میری موافقت فرمائی (اول) میں نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ قرار دے دیں (تو

بہتر ہوگا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی..... واتخذوا من مقام

ابراہیم مصلى (بخاری کتاب التفسیر ج ۲۰ ص ۲۴۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اولاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرنے کے خیال کا اظہار کیا تھا جو اللہ کو پسند آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس رائے اور خیال کے مطابق اس جگہ نماز کا حکم جاری کر کے ہمیشہ کے لیے ضابطہ بنا دیا گیا۔

مختصر تاریخ:

پہلے یہ پتھر دیوار کعبہ کے ساتھ دروازہ کی دائیں جانب ایک مخصوص جگہ میں تھا..... جس کو لوگ آج بھی جانتے ہیں..... خلیل اللہ نے اس کو اس جگہ رکھ دیا تھا..... یا تعمیر کرتے وقت آخری حصہ یہی بنایا ہوگا..... اور یہیں پہ وہ پتھر رہنے دیا گیا..... پہلے یہ پتھر ایک چبوترے پر رکھا ہوا تھا مگر بعد میں حکومت نے اس کو شیشے کے ایک خول میں بند کر دیا ہے اور اس کے اوپر پیتل کی خوبصورت جالی لگا دی گئی ہے..... اور اس طرح پتھر کی دوہری حفاظت کا بندوبست کر دیا گیا ہے..... اب مقام ابراہیم دور سے نظر نہیں آتا مگر جالی کے قریب کھڑے ہو کر دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے..... کہ اس پر حضرت ابراہیم کے پاؤں کے نشان موجود ہیں..... عام ایام میں تو مطوفین مقام ابراہیم اور بیت اللہ شریف کے درمیان ہی چلتے ہیں..... مگر ایام حج میں جوں جوں رش بڑھتا ہے مقام ابراہیم طواف کرنے والوں کے درمیان آ جاتا ہے..... اور لوگ اس کے دونوں طرف سے گزرتے رہتے ہیں.....

مقام ابراہیم کے پاس نماز کی حیثیت:

مقام ابراہیم یہ تقریباً ۱۴ انچ مربع چھوٹا سا پتھر ہے اور یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی دو ہزار سال پہلے کا یہاں پڑا ہوا ہے..... اس لیے اس چھوٹے سے پتھر کو مصلیٰ بنا کر اس پر نماز نہیں پڑھی جاسکتی لہذا اس کے آس پاس نماز ادا کی جاسکتی

ہے..... چنانچہ ہر طواف کرنے والا طواف کے سات چکر پورے کرنے کے بعد دو رکعت نماز مقام ابراہیم کے پاس ادا کرتا ہے..... اگر اس کے بالکل قریب جگہ نہ ملے تو پیچھے کہیں بھی دو رکعت واجب الطواف ادا کر لئے جاتے ہیں..... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طواف کے دو رکعت واجب ہیں..... جبکہ دوسرے ائمہ اس کو سنت قرار دیتے ہیں بہر حال اس مقام پر نماز ادا کرنے کی بہت فضیلت ہے۔
 ہدایہ میں ہے کہ

ثم يأتى المقام فيصلى عندہ رکعتين اوحيث تيسر من

المسجد وهى واجبه عندنا (ہدایہ ج ۱ ص ۲۳۲)

پھر مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت ادا کرے یا مسجد میں جہاں بھی موقع ملے اور یہ دو رکعت واجب ہیں.....

مقام ابراہیم کی دوسری تفسیر:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ..... قال مقام ابراہیم الحرم کله حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے..... کہ مقام ابراہیم سے مراد کل حرم ہے.....

تیسری تفسیر:

مقام ابراہیم علیہ السلام سے مراد وہ پتھر ہے جسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نہانے کیلئے ان کے پاؤں کے نیچے رکھا تھا..... لیکن محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے.....

حکاکہ القرطبی وضعفه ورجحه غیرہ - (روح المعانی ص

۱۶۹ ج ۳۸۰..... تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۹)

بہر حال اکثر مفسرین مقام ابراہیم سے مراد بیت اللہ کی تعمیر کیلئے استعمال ہونے والا پتھر ہی مراد لیتے ہیں..... جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر تعمیر کی تھی..... اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق یہاں نماز ادا کرنے کا حکم نازل ہوا ہے.....



(۳)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا آثَمُ كَبِيرٌ وَمَنْفَعَةٌ
لِّلثَّائِسِ وَآثَمُهُمَا أَكْبَرُ مَنْ تَفْعَلُهُمَا
(پ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۱۹)

”آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں..... کہہ
دیں ان دونوں میں بڑا گناہ اور فائدہ بھی ہے لوگوں کیلئے
..... اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔“

حضرت عمرؓ کی رائے اور آیات حرمت شراب کا نزول

ابتدائے اسلام میں عرب کی دیگر رسومات کی طرح شراب خوری بھی
عام تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے
گئے..... تو مدینہ میں بھی شراب کا عام دور چلتا تھا.....

لوگوں کی نظر شراب کے صرف ظاہری منافع اور فوائد پر تھی..... اس
کے مفاسد اور خرابیوں کی طرف کوئی دھیان نہیں تھا..... لیکن عادیۃ اللہ یہ بھی ہے
کہ ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کچھ صاحب بصیرت افراد پیدا کر دیتے ہیں..... جو قبل از
وقت حرام ہونے والی چیز سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں..... ایسے کچھ لوگ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم میں بھی تھے..... یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم شراب کی حلت کے
زمانہ میں بھی اس کے قریب نہ جاتے تھے..... خصوصاً حضرت عمرؓ حرمت شراب
کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہی اس سے نفرت بھی کرتے تھے اور اس کے بارے
میں اسلام کے واضح حکم کا انتظار بھی.....
چنانچہ علامہ ابن کثیر نقل کرتے ہیں.....

عن ابی میسرۃ عن عمر قال: لما نزل تحريم الخمر قال: اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا فنزلت هذه الاية التي في البقرة (يستلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير) فدعى عمر فقرئت عليه فقال: اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا فنزلت الاية التي في النساء (يا ايها الذين امنوا لاتقربوا الصلوة وانتم سكارى) فكان منادى رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اقام الصلوة نادى: ان لايقربن الصلوة سكران فدعى عمر فقرئت عليه فقال: اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا فنزلت الاية التي في المائدة فدعى عمر فقرئت عليه فلما بلغ (فهل انتم منتهون) قال عمر انتهيانا انتهيانا

ابو میسرہ حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ ہمارے لئے شراب کے متعلق واضح حکم نازل فرما..... اس پر سورۃ بقرہ کی آیت نازل ہوئی (يستلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير) حضرت عمرؓ کو بلایا گیا اور انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی..... لیکن عمرؓ نے اس کے باوجود یہی دعا کی کہ اے اللہ ہمارے لئے اس سے بھی واضح حکم نازل فرما..... تو سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی..... یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکارى۔ الغ نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے

منادی کرنے والا یہ اعلان کرتا کہ کوئی نشہ والا نماز کے قریب بھی نہ آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت بھی ان کے سامنے تلاوت کی گئی پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی دعا کی کہ خدایا شراب کے متعلق اس سے بھی صاف حکم نازل فرما.....

اس پر سورۃ مائدہ کی آیت انما الخمر۔ الخ اتری فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت بھی سنائی گئی اور ان کے کانوں میں جب (فهل انتم منتھون) کے الفاظ پڑے تو آپ کہہ اٹھے انتھینا..... انتھینا ہم باز آگئے..... (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۵، روح المعانی ج ۲ ص ۱۱۱، ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۵..... ابو داود..... ترمذی..... نسائی)

ایک روایت میں ہمیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا.....

انھا تذهب المال وتذهب العقل..... یعنی شراب مال کو برباد اور عقل کو نقصان پہنچاتی ہے.....

حرمت شراب کے تدریجی احکام:

سورۃ بقرہ کی مذکورہ آیت میں شراب کو اگرچہ حرام تو نہیں کیا گیا..... مگر اسکی خرابیاں اور مفاسد بیان کر دیئے گئے ہیں کہ شراب کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں اور خرابیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے..... گویا اس کے ترک کرنے کے لئے ایک قسم کا مشورہ دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس مشورہ ہی کو قبول کر کے اسی وقت شراب کو چھوڑ بیٹھے.....

اور بعض نے یہ خیال کیا کہ اس آیت نے شراب کو حرام تو نہیں کیا.....

بلکہ مفساد دینی کا سبب بننے کی وجہ سے اس کو سبب گناہ قرار دیا ہے..... ہم اس کا اہتمام کریں گے..... کہ وہ مفساد واقع نہ ہوں..... تو پھر شراب میں کوئی حرج نہیں اس لیے پیتے رہے..... یہاں تک کہ ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند اپنے دوستوں کی دعوت کی..... کھانے کے بعد حسب دستور شراب پی گئی..... اسی حال میں نماز مغرب کا وقت آیا..... سب نماز کے لئے کھڑے ہو گئے..... تو ایک صاحب کو امامت کے لئے آگے بڑھایا..... انہوں نے نشہ کی حالت میں جو تلاوت شروع کی تو سورۃ قل یا ایہا الکفرون کو غلط پڑھا..... اس پر شراب کے روکنے کے لئے دوسرا قدم اٹھایا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی.....

یا ایہا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری۔ الخ

(پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۴۳)

یعنی اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ..... اس میں خاص اوقات نماز کے اندر شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا..... باقی اوقات میں اجازت رہی..... بعض حضرات صحابہؓ نے پہلی آیت نازل ہونے کے وقت شراب کو مطلقاً ترک کر دیا کہ جو چیز انسان کو نماز سے روکے اس میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی..... جب نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہو گئی تو ایسی چیز کے پاس نہ جانا چاہئے..... جو انسان کو نماز سے محروم کر دے مگر چونکہ علاوہ اوقات نماز کے شراب کی حرمت صاف طور پر نازل نہیں ہوئی تھی..... اس لئے کچھ حضرات اب بھی اوقات نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں پیتے رہے..... یہاں تک کہ ایک اور واقعہ پیش آیا..... عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کرام کی دعوت کی جن میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے..... کھانے کے بعد حسب دستور شراب کا دور چلا.....

نشہ کی حالت میں عرب کی عام عادت کے مطابق شعر و شاعری اور اپنے اپنے مفاخر کا بیان شروع ہوا..... سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار مدینہ کی ہجو اور اپنی قوم کی مدح و ثنا تھی اس پر ایک انصاری نو جوان کو غصہ آ گیا..... اور اونٹ کے جبرے کی ہڈی سعد رضی اللہ عنہ کے سر پر دے ماری جس سے ان کو شدید زخم آ گیا..... حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے..... اور اس انصاری نو جوان کی شکایت کی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی..... اللھم بین لنا فی الخمر بیننا و شافیا یا اللہ..... شراب کے بارے میں کوئی واضح بیان اور قانون عطا فرمادے..... اس پر شراب کے متعلق تیسری آیت سورۃ مائدہ کی مفصل نازل ہو گئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا.....

آیت یہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَنْزَالُ
رِجْسٌ مِّمَّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾
يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ
وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۚ فَكُلُّكُمْ لَآتٍ مُّسْتَهْزِئُونَ ﴿٩١﴾

(پ ۷، سورۃ المائدہ، آیت ۹۰، ۹۱)

یعنی اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جو اور جوئے کے تیرے سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ الگ رہتا کہ تم کو فلاح ہو..... شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہاری آپس میں بغض اور عداوت پیدا کر دے..... اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا اب بھی باز آؤ گے.....

حرمت و مذمت شراب کے متعلق چند احادیث:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب کے دس متعلقات پر لعنت ہے..... خود شراب پر لعنت..... پینے والے اور پلانے والے پر لعنت..... بیچنے والے اور خریدنے والے پر لعنت..... شراب کشید کرنے والے..... شراب بنانے والے..... شراب اٹھا کر لے جانے والے اور جس کی طرف لے جا رہا ہو اس پر اور شراب کی قیمت کھانے والے..... ان سب پر لعنت ہے.....

(۲) ثابت کہتے ہیں..... کہ ایک دفعہ میں نے ابن عمرؓ سے شراب کی قیمت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سرور کائنات ﷺ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے حکم پر ساری شراب بقیع میں جمع کر کے آپ ﷺ کو اطلاع کر دی گئی تو آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے..... میں بھی آپ کے ساتھ ہو گیا راستہ میں ابو بکر و عمرؓ ملے تو ان کو بھی آپ ﷺ نے ساتھ لے لیا بقیع پہنچ کر آپ نے اولاً شراب کے دس متعلقات پر لعنت بھیجی پھر ایک تیز چھری منگوا کر شراب کو ضائع کرنا شروع کر دیا تو کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ اس میں فائدہ بھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں.....

ولكنی افعل ذلك غضبا لله لما فيها من سخطه۔

اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر ایسے کر رہا ہوں کیونکہ شراب میں خدا کی ناراضگی ہے۔

(۳) عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے نشے کی وجہ سے ایک وقت کی نماز کھودی گویا اس کے پاس ساری دنیا تھی

جو چھن گئی..... اور جس نے چار وقت کی نماز ضائع کر دی تو اب اللہ کو حق ہے کہ اس کو طینہ النخال پلائے..... پوچھا گیا کہ طینہ النخال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اہل جہنم کے جسم کی نحوڑی ہوئی گندگی۔

(۴) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے زیر تربیت کچھ یتامی ہیں جنہیں ورثہ میں کچھ شراب ملی ہے..... آپ ﷺ نے فرمایا ساری شراب بہادو..... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس کا سرکہ بنا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عقل پر پردہ ڈالنے والی پینے کی ہر چیز ضرر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے..... جو کوئی نشہ آور چیز پیئے گا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی..... اگر توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیں گے..... (یہ احادیث تفسیر ابن کثیر سے لی گئی ہیں، ص ۹۲ تا ۹۶ ج ۲)

بہر حال محدثین و مفسرین رحمہم اللہ حرمت شراب کے تدریجی احکام اور نزول آیات بینات کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرار دیتے ہیں..... بعض مؤلفین نے تو کہا ہے کہ حرمت شراب کے بارے میں نازل ہونے والی ہر آیت حکم علیحدہ اور مستقلاً حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق اتری ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تدریجاً حرمت شراب سے متعلق نازل ہونے والی آیات کو جدا جدا عنوانات کے تحت درج کیا ہے..... اور مستقل فاروقی رائے قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت ابو میسرہ کی مذکورہ روایت میں حضرت عمرؓ کی آرزو اور تمنا اور پھر نزول آیات حرمت شراب کی تفصیل گزر چکی ہے.....



(۴)

أَحَلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ
لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ
تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ
بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ
(پ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۷)

”روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے
حلال کیا گیا..... وہ تمہارا لباس ہیں تم ان کا لباس ہو..... اللہ کو
معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے پس معاف
کیا تم کو اور درگزر کی تم سے..... پس اب تم ملو اپنی عورتوں سے
اور تلاش کرو اسکو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے۔“

تشریح:

ابتدائے اسلام میں روزہ داروں کے لئے شروع رات میں کھانے پینے
وغیرہ کی اجازت تھی..... سو جانے کے بعد اگر کوئی کھانا پینا یا اپنی عورت سے قربت
کرنا چاہتا تو اس کی ممانعت تھی..... بعض لوگوں سے اس کے خلاف عمل سرزد ہو
گیا تو وہ خدمت نبوی ﷺ میں اقرار و اظہار و ندامت اور توبہ استغفار کے ساتھ جا
ضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبول توبہ کا اعلان ہوا..... یہ تو اس آیت کے
شان نزول کا عمومی پہلو ہے جس کے مطابق کسی ایک صحابی کو شان نزول کا سبب
قرار نہیں دیا جاسکتا..... لیکن جب علیحدہ علیحدہ روایات کو دیکھا جائے تو اس سلسلہ

میں حضرت قیس بن صرمہ رضی اللہ عنہ انصاری کا نام بھی آتا ہے..... کہ ایک دفعہ وہ دن بھر کھیتی باڑی کا کام کر کے شام کو جب گھر آئے..... تو بیوی سے کھانا لانے کو کہا..... بیوی نے جواب دیا کہ کھانے کے لئے کچھ نہیں البتہ میں کہیں سے لاتی ہوں..... وہ گئیں اور واپس آئیں تو دیکھا کہ قیس رضی اللہ عنہ تو سو چکے ہیں..... بڑا افسوس کیا کہ یہ رات اور اس کے بعد دن پھر شام تک بھوک کے کیسے گزرے گا چنانچہ جب آدھا دن ہوا تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے..... حضور علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی.....

فاروق اعظم اور نزول آیت:

علامہ محمود آلوسی، علامہ ابن کثیر اور جمہور مفسرین مختلف اسناد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا سبب نزول قرار دیتے ہیں..... ایسے ہی علامہ سیوطی بھی تو اس آیت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات اور موافقات میں شمار کرتے اور لکھتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں رمضان کی رات میں بیوی سے قربت منع تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا تو اس کے بعد یہ آیت..... احل لکم۔ الخ..... نازل ہو گئی..... تاریخ الخلفاء ص ۱۹۹ دیگر کئی آیات بینات کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونے نے اس آیت کو ان میں سے شمار کرنا آسان بنا دیا..... کیونکہ یہ وصف و کمال حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی زندگی کا ایک خصوصی اور تابناک پہلو ہے..... اور متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی خدمت نبوی میں حاضری کے بعد یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ علامہ ابن کثیر..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجلس نبوی میں بیٹھے دیر تک باتیں کرتے رہے بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں سو گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو

بہانہ سمجھا اور مباشرت کر لی..... فغدِ اعمربن الخطاب الى النبي ﷺ فاخبره
 فانزل الله (عَلِمَ الله - الغ) صبح کو حضرت عمرؓ بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی..... عَلِمَ الله الغ
 عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی ایک اور روایت علامہ ابن کثیر نے نقل کی ہے.....
 قام عمر بن الخطاب فقال يا رسول الله فنزل في عمر (احل لکم - الغ)
 حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو
 حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی..... (احل لکم - الغ) ابن کثیر
 ج ۱ ص ۲۲۰ صاحب روح المعانی نے صرف حضرت عمرؓ کے متعلق روایات نقل
 کی ہیں..... (روح المعانی ج ص ۶۳)



(۵)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا ۝

(پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۵)

”پس قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ ایماندار نہیں ہو سکتے.....
جب تک کہ اپنے تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم
تسلیم نہ کر لیں..... پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے
اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمان
برداری کے ساتھ قبول کر لیں۔“

منافق کے فیصلہ رسول سے انکار پر حضرت عمرؓ کا فیصلہ اور تائید ایزدی:

مدینہ منورہ میں ایک واقعہ پیش آ گیا تھا جس کے بارے میں یہ آہ اور
اس سے قبل کچھ آیات نازل ہوئیں..... قصہ یہ تھا کہ بشر نامی ایک منافق جو اپنے کو
مسلمانوں میں سے سمجھتا تھا..... اس کا ایک یہودی کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو
گیا بشر منافق کہتا تھا کہ اپنے جھگڑے کا فیصلہ کعب بن اشرف سے کروائیں
کعب بن اشرف یہودیوں کا سردار تھا..... بدری لڑائی میں کفار کی ناکامی کے بعد
مکہ گیا..... اشعار کہہ کہہ کر خود بھی روتا تھا اور دوسروں کو بھی رولا تا تھا..... اور کفار
کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کرتا تھا..... بہر حال یہودی نے منافق سے کہا
تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں لیکن آپ ﷺ سے فیصلہ
کروانے پر تیار نہیں ہو رہا تھا..... وہ سمجھتا تھا کہ میں جھوٹا ہوں..... فیصلہ میرے

خلاف ہی ہوگا..... آخر کار ان دونوں میں بات چیت کے بعد یہ طے پایا کہ چلو حضرت محمد ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں..... چونکہ منافق غلطی اور ناحق پر تھا اس لئے حضور ﷺ نے فیصلہ تحقیق کے بعد یہودی کے حق میں کر دیا..... جو بشر منافق کو ناگوار گزارا اور حضور ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا..... اپنے حق میں مقدمہ کا فیصلہ کروانے کیلئے منافق نے ایک نئی راہ نکالی..... کہ اب فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کرواتے ہیں..... منافق کا خیال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار کے معاملہ میں بڑے سخت ہیں تو فیصلہ میرے حق میں دے دیں گے..... یہودی نے یہ بات بھی قبول کر لی..... دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے..... یہودی نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا کہ اس واقعہ کا فیصلہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے حق میں کر چکے ہیں اور یہ شخص اس پر مطمئن نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا کیا قصہ ایسے ہی ہے، منافق نے اقرار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا تو ذرا ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر گھر میں تشریف لے گئے ایک تلوار لائے اور منافق کا کام تمام کر دیا اور فرمایا کہ جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اس کے حق میں یہی ہے، چنانچہ علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں.....

و سبب نزولها..... كما قال الشعبي ومجاهد هذا ما

مر من قصه بشر واليهودي الذين قضى بينهما عمر بن

الخطاب رضی اللہ عنہ بما قضی۔

اس آیت کا شان نزول جیسا کہ شعبی اور مجاہد نے کہا ہے کہ

بشر منافق اور یہودی کا وہ قصہ ہے جس کا فیصلہ ان کے درمیا

ن حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ (روح المعانی ج..... ۵ ص ۷۱)

علامہ جلال الدین سیوطی بھی مذکورہ آیت کو موافقات عمرؓ میں سے شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے ابوالاسود نے اس واقعہ اسی طرح بیان کیا ہے..... (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۰)

مفسرین نے لکھا ہے کہ منافق مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ انہوں نے بغیر دلیل شرعی کے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے..... مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی ہے..... اور مقتول کا نفاق ظاہر کر کے حضرت عمرؓ کو بری قرار دیا ہے..... اور آیت کے نزول سے آپ کے فیصلہ کی تصدیق بھی کر دی گئی ہے، بعض روایات میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ کو فاروق کا لقب عطا کیا گیا۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں.....

وفي بعض الروايات وقال جبرئيل ان عمر فرق بين الحق والباطل وسماه النبي الفاروق رضي الله عنه
”اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا عمرؓ نے تو حق و باطل میں فرق کر دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام فاروق رکھا“ (روح المعانی ج ۵ ص ۶۷)

خلاصہ تفسیر:

یعنی جب تک یہ لوگ اے رسول ﷺ آپ کو اپنے ہر جانی مالی معاملات میں منصف اور حاکم تسلیم نہ کر لیں اور پھر آپ کے فیصلہ کے بعد اپنے دل میں کچھ بھی تنگی نہ پائیں اور آپ کے ہر فیصلہ کو خوشی سے قبول نہ کر لیں تو اس وقت تک ہرگز ان لوگوں کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا.....



(۶)

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا
مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرِهُونَ

(پ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۵)

”جیسا کہ نکالا آپ ﷺ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر
سے حق کے واسطے اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں
سمجھتی تھی۔“

میدانی جنگ کے لئے فاروق اعظمؓ کی رائے اور نزول قرآن:

رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت ابتداء بدر کی لڑائی میں ابوسفیان
کے شام کی طرف سے آنے والے قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلے تھے..... جنگ کا
کوئی ارادہ نہیں تھا..... اس لئے جنگی ساز و سامان بھی ساتھ نہیں لیا تھا..... لیکن
قافلہ تو بچ کر نکل گیا..... ابوسفیانؓ نے ایک قاصد مکہ روانہ کر دیا تھا..... جس کے
بعد کفار کا ایک بڑا لشکر جنگی آلات سے لیس ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آ گیا تھا
..... اب رسول خدا ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو بعض لوگوں کا خیال
تھا کہ جس قافلہ کے تعاقب کے لئے آئے تھے وہ تو جا چکا ہے..... اس لئے واپس
مدینہ جانا چاہیے..... بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ چونکہ کفار مقابلہ کے
لئے آچکے ہیں اس لئے ان سے پیچہ آزمائی کرنا ہی بہتر ہوگا..... رسول کریم ﷺ
نے کفار کے مقابلہ میں نکلنے کا مشورہ لیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر
صحابہ رضی اللہ عنہم نے کفار کا مقابلہ کرنے اور جہاد کے لئے تیاری کی رائے دی.....

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں..... کہ جب رسول اکرم ﷺ
نے جنگ بدر کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ لیا تو حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکلنے کا ہی مشورہ دیا تھا..... اور تب یہ آیت..... کما اخرجک ربک۔ الخ..... نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ کے گھر (مدینہ منورہ) سے اپنی خصوصی تائید و حمایت اور مدد و نصرت کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں نکالا اگرچہ کچھ لوگوں کی رائے اس کے خلاف تھی۔

لیکن اللہ نے آپ کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کر دیا.....



(۷)

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُنْجِنَ فِي الْأَرْضِ
تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ وَاللَّهُ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٨﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِي مَا
أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٩﴾

(پ ۱۰، سورۃ الانفال، آیت ۶۸، ۶۹)

”کسی نبی کے لیے یہ لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں
یہاں تک کہ ان کو قتل کرے زمین میں خوب ان کا خون
بہائے تم دنیا کا مال و منال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے
اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے اگر اللہ کا لکھا ہوا مقدر نہ ہو
چکا ہوتا اس چیز کے بارے میں جو تم نے لی ہے..... ضرور تم کو
بڑا عذاب پہنچتا۔“

مختصر تذکرہ غزوہ بدر:

اس آیت کریمہ کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
پہلے غزوہ بدر کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کر دیا جائے مقام بدر پر کفر و اسلام کے
درمیان پیش آنے والے معرکے کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں اس جنگ کو اللہ نے یوم
الفرقان حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی کہا ہے..... یہ معرکہ رمضان
المبارک میں پیش آیا تھا جو مہینہ بھی فرقان تھا شروع رمضان میں سرور کائنات ﷺ
کو پتہ چلا کہ ان لوگوں کا تجارتی قافلہ مال و اسباب سے لدا ہوا شام سے مکہ واپس

آ رہا ہے جنہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے جان نثاروں کو ظلم و ستم کی انتہا کرنے کے بعد اپنے ہی شہر..... گھر..... مال و دولت اور اعزاء اقرباء کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا..... اس قافلہ کا قائد اور سردار ابوسفیان تھا..... آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قافلہ کا تعاقب کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو قافلے کا پیچھا کرنے کیلئے جب آپ ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے قافلہ تو بیچ کر نکل گیا..... البتہ حق و باطل کے پرستاروں کے درمیان اپنی اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے اور نفاق و اخلاص اور صدق و کذب کے فوائد و مفاسد کے اظہار کا موقع میسر آ گیا.....

چنانچہ کفار و مشرکین رقص و سرور کی محفلیں سجاتے مے خوری کرتے ہوئے..... عورتوں کی آرائش و زیبائش کا اظہار کرتے متکبرانہ انداز میں اچھلتے..... کودتے..... دوڑتے قبل از وقت خوشی و مسرت کے شادیاں بجاتے..... ۹۵۰ افراد..... سات سوانٹ..... سو گھوڑے ہر قسم کے اسلحہ سے لیس بڑی تعداد میں زرہوں..... خودوں..... اور جنگی آلات و ہتھیاروں کے ساتھ نکلے جبکہ ان کے مقابلہ میں مسلمان رقص و سرور کی جگہ اللہ کا نام بلند کرتے، شراب خوری کی بجائے صحبت رسول، اخوت و بھائی بندی کا پانی پیتے، عاجزی و انکساری کی چال چلتے، عشق رسول سے سرشار شہادت کے شوق سے بھرپور تین سو تیرہ کی قلیل تعداد..... دو گھوڑے..... ستر اونٹ اور چند تلواریں لے کر کفار کے مقابلہ میں آ گئے.....

بدر کے مقام پر جب میدان کا رزار گرم ہوا تو دین اسلام کا لباس پہن کر بچوں تک نے جو شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے بھی قاصر نظر آتی ہے..... معاذ و معوذ چھوٹے بچوں نے کفر و شرک کے ستون ابو جہل کو موت کے گھاٹ اتار کر باطل اور غرور و تکبر کی جڑ کاٹ دی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جرات کے نقوش چھوڑ رہے تھے..... حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی کافروں نے ٹانگ کاٹ دی تو وہ الگ ہو کر بیٹھ جانے کی بجائے یہ اشعار پڑھتے ہوئے کفار کا مقابلہ کرتے رہے.....

فان يقطوا رجلى فالى مسلم ارجى به عيشا من الله عاليا
والبسنى الرحمن من فضل منه لباسا من الاسلام غطى المساويا
”اگر کافروں نے میری ٹانگ کاٹ دی ہے تو کوئی مضائقہ

نہیں کیونکہ اس کے صلہ میں میں اللہ سے بلند عیش کا امیدوار ہوں..... اور اس لیے کہ اللہ نے محض اپنی مہربانی سے مجھ کو

اسلام کا لباس پہنایا جس نے تمام برائیوں کو ڈھانپ لیا۔“

معمر کہ جب اپنے جو بن کو پہنچا انجام کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا..... کفار کے ستر آدمی قتل اور ستر گورقار کر لیا گیا..... مقتول افراد کی لاشوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا.....

جس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت نے ایک طویل قصیدہ کہا ہے!

ينا ديهم رسول الله لما

قد فنامهم كبا كب في القليب

جب ہم نے مقتول کافروں کو کنویں میں پھینک دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی۔

الم تجلوا حد يثى كان حقا

وامر الله ياخذ بالالوب

”کیا تم نے ہماری بات کو حق نہیں پایا اور اللہ تو دلوں کا

مالک ہے۔“

فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا

صدقك و كنت ذا رأي مصيب

پس انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اگر بالفرض جواب دیتے بھی تو یہی کہتے کہ آپ نے سچ کہا اور آپ ہی کی رائے درست تھی.....

اسیران بدر کی بابت مشورہ فاروق اعظمؓ کی رائے اور تائید ایزدی:

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے گرفتار کئے جانے والے کافروں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے اور مشورہ طلب کیا علامہ ابن کثیر نقل کرتے ہیں.....

عن علیؓ قال جاء جبریل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

..... یوم بدر فقال خیر اصحابک فی الاسارى.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں..... نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا ان شاوا الفدا وان شاوا القتل..... کہ اپنے صحابہ کو دوبا توں میں سے ایک میں اختیار دیجئے کہ وہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیں یا انہیں قتل کر دیں۔“

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۶)

فدیہ کی صورت میں آئندہ سال تمہارے ستر قتل کئے جائیں گے کہ قتل و فدیہ میں یہ اختیار یا یہ تھا جیسے معراج میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ اور شراب میں اختیار دیا گیا تھا آپ نے جب دودھ کو پسند کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔

بہر حال آپ نے جب قیدیوں کے بارے میں رائے طلب کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے ممکن ہے یہ خود اسلام قبول کر لیں یا ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ اسلام کے داعی بن کر انھیں..... اور جو فدیہ ملے گا اس سے جنگی ساز و سامان خرید لیا جائے گا اور جو سال آئندہ قتل ہوں گے وہ شہادت کا مرتبہ پائیں گے..... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی بہت سارے صحابہ نے حمایت کی ان میں کچھ لوگ وہ بھی تھے جن کے پیش نظر مالی منفعت تھی جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرت اعناقہم فا عرض عنه النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردنیں اڑادی جائیں آپ نے ان سے منہ پھیر لیا.....

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ یہ کفار و مشرکین..... سردار ہیں ان کو قتل کر دیا جائے گا تو اسلام کا رعب و دبدبہ کفر و شرک کے ایوانوں تک پہنچ جائے گا اور کافروں کا سر ٹوٹ جائے گا آئندہ مخالفین اسلام کو دین حق کے مقابلہ میں آنے کی جرات نہیں ہوگی..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے اتفاق کرنے والے ایک صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے.....

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمت و رافت رحمہاں و نرم دل کے پیش نظر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا.....

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سن کر فرمایا اے عمر! تیری شان حضرت نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی اپنی قوم کے سرکشوں کیلئے بددعاء کی تھی.....

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تیری شان حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے عرض کیا تھا اے اللہ میری پیروی کرنے والے تو

میرے ہیں..... جو میرے مخالف ہیں وہ بھی تیری معافی اور بخشش کے محتاج ہیں۔
فدیہ لے کر چھوڑنے پر تنبیہ:

خلاصہ کلام..... آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فدیہ لے کر رہا کرنے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا گیا اور جن کے پیش نظر مالی منفعت تھی ان کو..... تریدوں عرض الدنیا.....

فرما کر تنبیہ کی گئی اور یوں شان فاروقی کا بارگاہ ایزدی سے اعلان و ظہار کر دیا گیا..... ماکان لنبی۔ الخ..... کسی نبی کیلئے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ وہ زمین میں ان کا خوب خون بہائے..... بعض روایات میں ہے..... کہ ممکن ہے ان لوگوں کو سخت سزا دی جاتی جنہوں نے صرف مالی فائدہ کو مد نظر رکھ کر رائے دی تھی لیکن وہ چیز مانع آئی جو خدا پہلے طے کر چکا اور لکھ چکا ہے اور وہ یہ تھا اللہ نے بدری صحابہ کو عذاب نہ دینا طے کر لیا تھا۔ (ابن کثیر ص ۳۲۶ ج ۲)

علامہ محمود آلوسی محمد بن اسحاق سے نقل کرتے ہیں.....

لو انزل من السماء عذاب لما نجا منه غیر عمر بن الخطاب و سعد بن معاذ لقوله كان الا نجان في القتل احب الى روح المعاني۔ (ج ۱ ص ۳۵)

گر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہ بچتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان قیدیوں کی خون ریزی پسند تھی..... حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عتاب ربانی سن کر رو پڑے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رونے کا سبب دریافت کیا۔

ابھی للذی عرض علی اصحابک من اخذ ہم الفداء
لقد عرض علی عذاب ہم ادنی من هذه الشجرة صحیح
مسلم۔ (ص ۹۳ ج ۲ سند احمد ص ۳۳ ج ۱)

آپ نے فرمایا تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے من جانب اللہ
جو عذاب پیش کیا گیا اس کی وجہ سے روتا ہوں میرے سامنے ان کا عذاب اس
درخت کے قریب پیش کیا گیا..... ان روایات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پسند تھی جس کے مطابق سورۃ الانفال کی مذکورہ بالا آیا
ت بینات نازل ہوئیں.....



وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ
إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَآ تُوَاوَوْا وَهُمْ فَسُقُونُ ﴿۸۳﴾

(پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۸۳)

”اور کبھی نماز نہ پڑھیں ان میں سے کسی پر جو مر جائے اور نہ ہی کھڑے ہوں اس کی قبر پر بیشک وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور وہ نافرمان مر گئے۔“

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا مختصر تعارف:

اس آیت کریمہ کے مضمون کی وضاحت کے لئے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا تعارف قدرے تفصیل سے لکھا جاتا ہے..... عبداللہ بن ابی مدینہ منورہ کا رہائشی تھا..... بڑا ہوشیار و چالاک تجربہ کار اور مکار آدمی تھا..... آفتاب و ماہتاب رسالت کے مدینہ میں آمد و تشریف آوری سے قبل سرداری کا متمنی و خواہش مند تھا..... یثرب کی سرداری کا فیصلہ اس کے لئے ہو چکا تھا..... اور اس کے لئے تاج بھی بنایا جا چکا تھا..... صرف باقاعدہ اس کی قیادت کا اعلان ہونا باقی تھا..... لیکن شمس الصبحی کے سامنے نفاق کی ظلمت قیادت کی روشنی کیسے حاصل کر سکتی تھی..... حضور ﷺ کی مدینہ آمد سے اس کے منصوبے خاک میں مل چکے تھے..... اس کو اپنی سرداری کی ناکامی کا سخت قلق اور افسوس تھا..... اس لئے مصلحتاً مسلمان ہو گیا تھا..... باطن کفر و نفاق سے بھرا ہوا تھا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تصادم کرانے اور دور جاہلیت کی طرح بغض و عناد اور قتل و قمار کی آگ سلگانے کی فکر میں رہتا تھا..... اس قسم کا ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسول اللہ ﷺ ۵ھ کو بنی

المصطلق کے سردار حارث ابی ضرار کے مقابلہ میں نکلے چشمہ مرسیع پر پانی کے سلسلہ میں ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان کچھ ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا تو انصاری نے یاللا انصار اور مہاجر نے یاللمہاجرین کہہ کر پکارا قریب تھا کہ حالات خراب ہو جاتے رسول اللہ ﷺ کو بروقت پتہ چل گیا! آپ نے فرمایا یہ کیسی جاہلیت کی آوازیں ہیں..... دعوہا فانہا منتہ..... ان باتوں کو چھوڑو یہ گندی اور بدبودار ہیں.....

عبداللہ بن ابی اور کچھ منافقین بھی اس موقع پر موجود تھے..... نفرت کی چنگاری سلگانے کا موقع غنیمت جان کر ابن ابی نے انصاری سے کہا کہ تم نے مہاجرین کو اپنے سروں پر مسلط کر رکھا ہے..... کل تک یہ لوگ تمہارے محتاج تھے آج ہمارے یہی خلاف بولنے لگے ہیں..... مدینہ میں جا کر عزت والے ذلت والے کو نکال باہر کریں گے.....

حضرت زید بن ارقم (جو چھوٹے تھے) نے ابن ابی کی یہ گفتگو سن لی اور خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنا دیا..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے اجازت مانگی کہ ابن ابی کا سر کاٹ لاؤں..... آپ ﷺ نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگیں محمد ﷺ اپنے ہی اصحاب کو قتل کروانے لگے ہیں.....

عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا جو سچے اور مخلص مسلمان صحابی تھے..... جب ان کو اس واقعہ کا علم ہوا..... حضور ﷺ کے پاس آئے..... عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے والد کو قتل کروانا چاہتے ہیں..... کسی اور کو میرے والد کے قتل کی اجازت نہ دیں کہ کہیں شفقت پردی کے جوش میں میں باپ کے قاتل کو قتل کر کے مسلمان کے خون بہانے کا

مرتب نہ بن جاؤں..... لہذا اگر آپ کی طرف سے اشارہ ہو تو میں خود اپنے باپ کا سر کاٹ کر حاضر کر دیتا ہوں اس کو حضور ﷺ نے قتل کی اجازت نہ دیتے ہوئے والد کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا.....

ایک روایت میں عبد اللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبد اللہ نے مدینہ میں داخل ہونے سے قبل اپنے والد کا دامن تھام لیا تھا جب تک ابن ابی رسول اللہ ﷺ کے عزت والا ہونے اور اپنے ذلیل ہونے کا اعتراف نہ کیا مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا تھا.....

واقعہ افک:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف منافقین نے جو طوفان کھڑا کر دیا تھا اس کا مرکزی کردار بھی عبد اللہ بن ابی تھا..... اسی کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا..... من یعدونی من رجل قد بلغنی اذا فی اہل بیتی..... اے گروہ مسلمین کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو میرے اہل بیت کے بارے میں ایذا پہنچائی ہے..... غرضیکہ عبد اللہ بن ابی ظاہر اُ مسلمان اور باطناً مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا.....

عبد اللہ بن ابی کی موت اور فاروق اعظمؓ کی رائے:

جب مدینہ منورہ میں عبد اللہ بن ابی کی وفات ہو گئی..... تو حضرت عبد اللہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد نے وصیت کی تھی کہ اسے آپ ﷺ کی قمیض میں کفن دیا جائے..... آپ ﷺ نے اپنی قمیض دے دی.....

ایک روایت میں ہے کہ بدر میں جو لوگ قید ہو کر آئے تھے ان میں آپ

کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے..... ان کو کسی کی قمیض پوری نہ آتی تھی عبد اللہ بن ابی نے اپنی قمیض حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی جو ان کے بدن پر پوری آگئی تھی..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض اس کے بدلہ میں دی تھی.....

پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست بھی کی جو قبول کر لی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے مغفرت کی اس کے منہ میں لعاب بھی ڈالا..... جب آپ جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا..... کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ شخص ہے..... جس نے فلاں فلاں موقعہ پر یہ یہ کہا تھا اللہ نے آپ کو منافقین کے لئے استغفار سے بھی منع کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے استغفار کا اختیار دیا ہے میں ستر سے (۷۰) بھی زیادہ دفعہ اس کے لئے استغفار کروں گا.....

اس وقت یہ آیات نازل ہوئی اور آپ کو منافقین کے جنازہ اور دعائے مغفرت سے کلیہً روک دیا گیا.....

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں علامہ ابن کثیر روایت نقل کرتے ہیں۔

فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلي عليه فقام
عمر فاخذ بثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا
رسول الله تصلي عليه وقد نهاك ربك ان تصلي عليه؟
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما خيرني الله فقال
(استغفر لهم اولا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين
مرة فلن يغفر الله لهم) وسأزيد على السبعين..... قال
انه..... منافق قال فصلى عليه صلى الله عليه وسلم فانز

ل الله عز وجل ايه (ولا تصل على احد منهم مات ابدا
ولا تقم على قبره كذا) (رواه مسلم) (ثم رواه البخاری
مسند احمد ج ۱ ص ۱۶ بخاری ج ۲ ص ۶۷۳)

”چنانچہ آپ جنازہ پڑھانے کے ارادہ سے اٹھے لیکن حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ
آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے حالانکہ اللہ نے
آپ کو اس سے منع کیا ہے..... آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
مجھ کو اختیار دیا ہے (کہ تو ان کے لیے استغفار کر یا نہ کر اگر
آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو بھی اللہ
ان کو نہ بخشیں گے) میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں گا
..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ یہ منافق تھا..... تاہم
آپ نے اس جنازے کی نماز پڑھائی اس پر یہ آیت اتری
(ولا تصل - الخ)۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۳۷۸)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: واكثر الروایات انه صلی اللہ علیہ وسلم وان عمر
احب عدم الصلوة عليه وعد ذلك احد موافقاته للوحي
(روح المعانی ج..... ۱۰ ص ۱۵۴)

”زیادہ تر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے عبد اللہ بن
ابی کا جنازہ پڑھایا تھا..... اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا جنازہ
پڑھانا پسند نہ تھا..... اور اس آیت کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی
رائے کے مطابق نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ کسی منافق
کا نہ تو جنازہ پڑھاتے تھے اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوتے

تھے، اسکے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طرز عمل بھی یہی رہا ہے کہ جس کی نماز جنازہ میں حضرت حذیفہؓ شرکت نہ کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک نہ ہوتے..... کیونکہ حضرت حذیفہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے نام بتلا دیئے تھے اسی وجہ سے انھیں راز دار رسول کہا جاتا تھا حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص کے جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے ہی تھے کہ حضرت حذیفہؓ نے اشارہ سے نماز پڑھانے سے منع کر دیا۔“

(تفسیر ابن کثیر ج..... ۲ ص ۳۷۹)



(۹)

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ^{۱۸}

(پ ۱۸، سورۃ المؤمنون، آیت ۱۴)

”پس اللہ تعالیٰ بڑے برکت والے ہیں جو سب سے بہتر پیدا

کرنے والے ہیں۔“

خلقت انسانی کے مدارج:

اس سے پہلی آیات میں دنیا و آخرت کی کامیابی ظاہر و باطن کی پاکی اور مومنین کے اوصاف کا ذکر تھا..... اس آیت میں انسانی تخلیق کی وضاحت کی گئی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ساری زمین کی منتخب مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد باقی تمام انسانوں کو نطفہ (پانی کی بوند) سے معرض وجود میں لائے اور نطفہ کو زمینی غذاؤں سے مرکب کر کے تخلیق انسانی جاری کر دیا گیا..... اور اس کے بعد دو (۲) آیتوں میں خلقت انسانی کے تقریباً سات مدارج بیان کیے گئے ہیں..... سب سے پہلے سلالہ من طین.....

دوم نطفہ (پانی کی بوند) سوم علقہ (جما ہوا خون) چہارم مضغہ (گوشت کی بوٹی) پنجم عظام (ہڈیاں) ششم ہڈیاں پر گوشت چڑھانا ساتواں دور تکمیل تخلیق کا یعنی روح پھونکنا.....

جب اللہ تعالیٰ نے مٹی اور پھر نطفہ کو مختلف احوال و اشکال اور مدارج سے گزار کر سمیع و بصیر اور جیتا جاگتا مکمل انسان تخلیق کرنے کی قدرت کا اظہار کر دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ آیت سن کر بے ساختہ..... فتبارک اللہ احسن الخالقین..... کے الفاظ ادا ہوئے.....

(نمبر اسلامہ..... چنی ہوئی..... نچوڑی ہوئی..... نچوڑ..... خلاصہ.....
ازسل..... کسی چیز کو کسی چیز سے کھینچتے..... سوتے اور نچوڑنے کے ہیں اسم مشتق
..... لغات القرآن..... ج ۳ ص ۲۲۰)

چنانچہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں..... کہ حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

وافقت ربی ووافقنی فی اربع نزلت هذه الایة ولقد
خلقنا الانسان من سلالة من طین) الایہ قلت انا فتبارک
الله احسن الخالقین فنزلت (فتبارک الخ)

”کہ میں نے اپنے رب سے اور اللہ نے مجھ سے چار باتوں
میں موافقت کی ہے..... ان میں سے ایک یہ کہ جب یہ آیت
ولقد خلقنا الانسان۔ الخ نازل ہوئی تو میں نے کہا فتبارک
الله احسن الخالقین (پس اللہ بڑے برکت والے ہیں جو
سب سے بہتر پیدا کرنے والے ہیں) تو اسی کے مطابق
قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی..... بعض نے اس کی
نسبت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے..... لیکن علامہ ابن
کثیر نے یہ کہہ کر کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مدینہ میں مسلمان
ہوئے تھے اور یہ سورت مکی ہے اس نسبت کو ضعیف قرار دیا
ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۱، الدر المنثور ج ۵ ص ۷) علامہ
سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا
ہے۔“ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۸)

علامہ محمود آلوسی حضرت انس سے نقل کرتے ہیں.....

ان عمر کان یفتخر بذالك ویزکر انہا احدی موافقاتہ
 الاربع لدیہ عزوجل (روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۶)
 ”کہ حضرت عمرؓ اس بات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ
 یہ آیت (فتبارک اللہ۔ الخ) بھی ان کی موافقات اربعہ میں
 سے ایک ہے۔“



(۱۰)

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا

سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

(پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۱۶)

”تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں..... خدایا تو پاک ہے..... یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے۔“

مختصر واقعہ فلک..... فاروقی رائے اور تائید ایزدی:

۵ھ کو پیش آنے والے غزوہ مریسبع میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سفر تھیں..... غزوہ سے واپسی پر جب قافلہ ایک منزل پر ٹھہرا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قضائے حاجت کے لیے جانا پڑ گیا..... قافلہ والے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہودج میں بیٹھا سمجھ کر روانہ ہو گئے..... آپ جائے قافلہ پر آکر چادر لپیٹ کر بیٹھ رہیں..... پیچھے سے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نگرانی کرتے آرہے تھے..... انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہاں پا کر تعجب سے کلمہ استرجاع یعنی انا لله۔ الخ پڑھا..... اور زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ پر بیٹھا کو خود پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا اور دوپہر کے وقت قافلہ کے ساتھ جا ملے تھے..... عبداللہ بن ابی منافق نے اس صورت حال کو دیکھ کر وہی تباہی بکنا شروع کر دی..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قصہ کی ایک ماہ تک مطلق کوئی خبر نہ ہوئی..... آخر ایک دن جب ام سطح نے آگاہ کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے..... بدن پر کچکی لرزہ اور شدید بخار ہو گیا..... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

اجازت سے اپنے والدین کے گھر چلی گئیں..... ادھر رسول اکرم ﷺ بھی تقریباً ایک ماہ سے اس واقعہ کی وجہ سے سخت اضطراب میں مبتلا تھے..... منافقین نے بھی طوفان بدتمیزی کو تیز سے تیز کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھی تھی..... صورت حال انتہائی سنگینی اختیار کر چکی تھی..... رسول اکرم ﷺ اطمینان قلب کیلئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ..... حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ طلب کر رہے تھے.....

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں..... کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ طلب کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ نے..... اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ سے ان کے عیب کو چھپایا ہوگا بخدا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب کچھ بہتان ہے..... اور بے ساختہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے.....

سبحانک هذا بهتان عظیم.....

بس اس طرح یہ آیت نازل ہو گئی..... تاریخ الخلفاء ص ۱۹۹.....

بخاری شریف کے محشی لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کے بارے میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رائے لی گئی تو انہوں نے کہا..... یا رسول اللہ من زوجکھا قال اللہ تعالیٰ قال اقتظن ان ربک ولس علیک فیھا سبحانک هذا بهتان عظیم فانزل اللہ ذکرہ.....

صاحب الریاض بخاری ج ۲ ص ۷۰۶ حاشیہ نمبر ۷

ترجمہ: یا رسول اللہ آپ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کس نے کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ ﷺ یہ خیال

کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ سے (معاذ اللہ) خیانت و دھوکہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ پاک ہے..... یہ بہت بڑا بہتان ہے پس اللہ تعالیٰ نے انہی الفاظ میں آیت نازل کر دی..... بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منافقین کے افتراء و بہتان کی وجہ سے شدید کرب و اضطراب میں رہنا پڑا تھا..... کہ قصہ سے آگاہی کے بعد تقریباً دو دن دو راتیں آپ نے آنسو بہاتے گزاریے تھے..... ایک روایت کے مطابق تو قصہ کا پتہ چلنے کے بعد ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی..... رنج و الم کے پہاڑوں تلے اللہ تعالیٰ سے پاکدامنی کے اعلان و اظہار پر بھی پر امید تھیں..... چنانچہ تقریباً دس آیات بینات حضرت عائشہ کی طہارت و نزاہت احسان و پاکدامنی میں اتار کر منافقین کے افتراء و بہتان کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا..... ولو لا اذ سمعتموه قلتم ما یكون لنا- الخ..... یعنی مسلمانوں کو سنتے ہی بلا چون و چرا یہ کہہ دینا چاہیے تھے کہ خاتم الرسل کی زوجہ محترمہ کی طرف ایسی نامناسب بات کی نسبت افتراء و بہتان ہی ہو سکتا ہے اور ہم ایسی لغو بات کو اپنی زبانوں پر بھی نہیں لا سکتے..... اللہ تعالیٰ پاک ہیں یہ تو بہت بڑا بہتان ہے..... علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے مطابق بھی اس آیت کے یہ الفاظ..... سب حانک هذا- الخ..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئے اور انہوں نے بھی اس کو موافقات عمر رضی اللہ عنہ میں شمار کیا ہے۔



(۱۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيْسَ أَذِنُكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَوةِ الْفَجْرِ
وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ
صَلَوةِ الْعِشَاءِ

(پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۵۸)

”اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور
انہیں بھی جو تم سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں اپنے آنے کی تین
دقتوں میں اجازت حاصل کرنا ضروری ہے نماز فجر سے پہلے
اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو..... اور
عشاء کی نماز کے بعد۔“

اسلام ایک عالمگیر نظام ہے..... جو انسانی فلاح سے متعلق ہر مسئلہ بیان
کرتا ہے..... عفت و عصمت..... طہارت و نراہت اور پاک دامنی پر زور دیتا
ہے..... بے حیائی اور فواحش و منکرات سے روکتا ہے اور یہ اس بات سے بھی منع
کرتا ہے جو عفت و عصمت کے خلاف اور بے حیائی کی دعوت دیتی ہو..... تاکہ
ایک صاف ستھرا معاشرہ قائم ہو سکے..... ایسے معاشرہ و ماحول کے قیام کے لئے
اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کے اندر کچھ احکام و ضوابط نازل کئے ہیں..... چنانچہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں..... يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بِيُوتَا غَيْرِ بِيُوتِكُمْ حَتَّى
تَسْتَأْذِنُوا وَتَسْلَمُوا عَلَى أَهْلِهَا- الخ۔

یعنی کسی کے گھر میں صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر داخل مت ہو کیونکہ فطرۃ انسان اپنے گھر میں جتنی آزادی محسوس کرتا ہے..... ایسی آزادی محسوس کرتا ہے..... ایسی آزادی و سکون کسی اور جگہ نہیں پاتا..... اگر اس کے اندر بھی کسی کے جب چاہے خلل انداز ہو جانے کا اندیشہ و خطرہ لاحق رہے تو اپنے ہی گھر میں آدمی بہت سارے خصوصی اعمال و افعال کو اطمینان و سکون حریت و آزادی اور الجمعی کے ساتھ بجا نہیں لاسکتا..... اسلام کے اس حکم نے جہاں صاحب خانہ کو آزادی و سکون فراہم کیا ہے وہاں انسداد فواحش اور اس کے دواعی کا سد باب بھی کیا ہے..... چنانچہ اس آیت کے نازل ہوتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہم نے دنیا کے سامنے بہترین اسوہ حسنہ پیش کر دیا تھا..... اور کوئی صحابی دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونے کا سوچتا بھی نہ تھا.....

حصولِ اجازت کا طریقہ:

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی کے دروازے پر جاتے تو پہلے السلام علیکم کہتے..... پھر اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے..... علامہ ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جاتے تو یہ الفاظ کہتے..... السلام علی رسول اللہ السلام علیکم ایدخل عمر..... ایک دفعہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے تین مرتبہ سلام کہا جب کوئی جواب نہ آیا تو واپس چل دیئے..... سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پیچھے سے دوڑ کر ملے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کا سلام سن کر تینوں دفعہ جواب بھی دیا تھا صرف آپ کی دعاؤں کے حصول کے ارادہ سے آہستہ جواب دیتا رہا..... ایک اور موقع پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ

نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تین مرتبہ اذن طلب کی کوئی جواب نہ آنے پر واپس لوٹ گئے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات پر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کا ہمیں ایسا بھی طریقہ تعلیم دیا گیا ہے..... اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی کے مکان پر جائے تو پہلے سلام کہے پھر اجازت طلب کرے..... نیز ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلام کے بعد اپنا تعارف طلب کرے.....

اقارب و محارم کیلئے خاص اوقات میں اجازت مانگنے پر فاروقی رائے اور نزول لیتے:

بہر حال اس آیہ کریمہ میں اجنبی کے گھر جانے کے آداب اور طریقہ تعلیم دیئے گئے ہیں..... اس میں اقارب اور رشتہ داروں پر حصول اذن کا کوئی حکم لاگو کیا گیا ہے..... نہ ہی کوئی پابندی عائد کی گئی ہے..... بلکہ اس آیہ کے نازل ہونے کے بعد تک اقارب اور ہر وقت آنے جانے والوں کو (خدام وغیرہ) بلا اجازت ہی گھر میں جب چاہیں داخل ہونا درست تھا..... اور اقارب کے لئے خاص علیحدہ اجازت حاصل کرنے کا حکم نہ تھا..... جس سے حرج واقع ہو رہا تھا..... اس لئے بعض حضرات اس سلسلہ میں بھی نزول حکم کے منتظر تھے..... چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سو رہے تھے..... اور آپ کا ایک غلام بے دھڑک (بغیر اجازت طلب کئے) اندر چلا آیا..... اس وقت آپ نے دعا فرمائی کہ الہی بغیر اجازت کے داخل ہونا حرام فرمادے..... پس آیت استیذان یا ایہا الذین امنوا الیستأذکم الذین ملکت ایمانکم۔ الخ..... نازل ہوئی تاریخ الخلفاء ص ۲۰۰) حاشیہ بخاری میں ہے:

مازوی ابن عباس انه صلى الله عليه وسلم ارسل غلاما
من الانصار الى عمر بن الخطاب وقت الظهيرة ليدعوه
فدخل فرى على حاله كره عمر رويته عليها فقال يا
رسول الله وددت لو ان الله امرنا ونهانا في حال
الاستيذان فنزلت يايها الذين امنوا اليستأذنكم الخ رواه
ابو الفرج وصاحب الفضائل فقال بعد قوله فدخل عليه
وكان نائما وقد انكشف بعض جسده فقال اللهم حرم
الدخول علينا في وقت نومنا فنزلت.....

(بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۰۶ حاشیہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک انصاری غلام کو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں بلانے کے لئے بھیجا غلام داخل ہوا تو حضرت
رضی اللہ عنہ کچھ اس حالت میں تھے کہ ایسے وقت اس کا آنا پسند نہ کیا تو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کاش اللہ ہمیں اجازت لے کر کسی کے پاس
جانے کا حکم فرمادیں..... اور بغیر اجازت کے داخل ہونے سے منع کر دیں.....
جس پر یہ آیت نازل ہوئی..... یایہا الذین امنوا الخ..... نازل ہوئی، اس
روایت میں یہ بھی ہے جب غلام داخل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالت نیند میں
ہونے کی وجہ سے بدن کا کچھ حصہ کھل گیا تھا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ
اللہ ہمارے سونے کے اوقات میں بلا اجازت داخل ہونا حرام فرمادے اس پر
مذکورہ آیت نازل ہوئی.....

بعض نے حصول اذن کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے
مطابق نازل ہونے والی آیت سے وہ آیت مراد لی ہے جس میں حصول اذن و

اجازت کا اوقات واقارب کی تخصیص کے بغیر عمومی حکم سے تعلق ہے یعنی یا ایہا الذین امنوا الا تدخلوا - الخ لیکن تاریخ الخلفاء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق بیان کردہ واقعہ سے اشارۃ اور حاشیہ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت سے صراحہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد پہلی آیت لیستأذنکم الذین ملکتم ایمانکم ہے جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی ہے.....



(۱۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَبْزِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكَ كَانَ يُوْذَى النَّبِيِّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ

(پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۳)

”اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھر میں کھانے کے لئے مت جایا کرو نہ بیٹھے انتظار کرنے والے ہو اس کے پکنے کا لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل جایا کرو اور نہ وہیں باتوں میں مشغول ہو جایا کرو بیشک نبی کو تمہاری یہ بات ناگوار گزرتی ہے..... پھر وہ تم سے شرماتے ہیں اور اللہ ٹھیک بات بتلانے سے نہیں شرماتے..... جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔“

نام و نسب اور زید بن حارثہ سے نکاح:

اس آیت بینہ کی تشریح کا تعلق حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی سے ہے..... اس لئے اصل مضمون کی وضاحت سے قبل اختصار کے ساتھ

آپ کے حالات لکھے جاتے ہیں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اس طرح آپ کی پھوپھی زاد بہن ہوئیں اصل نام برہ تھا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام زینب تجویز کیا تھا..... معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں..... نہایت شریف مخنتی اور باحیا خاتون تھیں صدقہ و خیرات اور زہد و تقویٰ میں ید طولیٰ رکھتی تھیں.....

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی (لے پالک بیٹے) تھے..... آپ نے ان کو آزاد کیا تھا..... سرور کائنات کو ان سے بڑا پیار اور محبت تھی..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کرنا چاہتے تھے..... لیکن دستور عرب یہ تھا کہ معزز خاندان کی عورت کا نکاح موالی (آزاد غلام) سے کرنا عار اور ننگ تصور کیا جاتا تھا..... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف زید کے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا..... جس پر یہ آیت نازل ہوئی.....

وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله - الخ

اس آیت میں مومن سے عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور مومنه سے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا مراد ہیں..... یعنی اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو رد کرنا تو کسی مسلمان مرد و عورت کے لائق اور شایان شان نہیں..... اس آیت کے نازل ہونے کے بعد دونوں نکاح پر راضی ہو گئے..... چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا گیا..... طبائع میں ہم آہنگی..... موافقت قلبی میلان کے فقدان کی وجہ سے اکثر حالات نا مساعد و ناسازگار رہتے تھے..... حضرت زید رضی اللہ عنہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھریلو ناچاقی کی شکایت کرتے رہتے تھے اور فطری عدم میلان کی وجہ سے چھوڑ دینے کی اجازت مانگا کرتے تھے لیکن سرور کائنات نے

چونکہ اپنی دلی خواہش سے یہ عقد باندھا تھا اس لئے ہمیشہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو طلاق نہ دینے اور مصالحت و موافقت سے زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے تھے..... آخر ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دینے کا اعلان کر ہی دیا اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اطلاع بھی کر دی حضور ﷺ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا دلجوئی بھی بہت زیادہ مطلوب و مرغوب تھی..... آپ کے دل میں یہ خیال گزرتا تھا کہ زینب میرے ساتھ عقد نکاح سے کم پر خوش و خرم نہیں رہ سکیں گی..... ادھر منافقین کے زبان طعن دراز کرنے کی فکر بھی دامن گیر ہوئی..... کہ منافقین و یہود کہیں گے آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے حالانکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ کے لے پالک بیٹے تھے..... اور متبنی کی بیوی سے عقد نکاح باندھنے میں شرعاً کوئی قباحت بھی نہ تھی.....

حضور ﷺ سے حضرت زینب کا نکاح:

مشہور مثل ہے فعل..... الحکیم لا یخلو عن الحکمہ..... کہ حکیم و دانا کا کوئی فعل و عمل فرمان و ارشاد حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہوتا..... اللہ تعالیٰ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح سرور کائنات سے کر کے دستور عرب کی رسم بد اور خیال باطل کو رد کرنا چاہتے تھے..... کیونکہ دور جاہلیت میں لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا ناجائز سمجھا جاتا تھا..... اور اس کو صلی حقیقی بیٹے کی بیوی کے برابر تصور کرتے تھے..... چنانچہ حضور ﷺ کو وحی آسمانی کے ذریعہ مطلع کر دیا گیا کہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئے گی..... حضور ﷺ نے اسے مخفی رکھا تھا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو بات بھی حق اور سچی ہوتی ہے خدائے بزرگ و برتر خود ہی اس کا لوگوں میں اطلاق و اظہار کر دیتے ہیں.....

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری

ہونے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے ساتھ عقد نکاح کا پیغام دے کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا..... تاکہ یہ بات خوب واضح ہو جائے کہ جو کچھ ہوا حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مرضی سے ہوا ہے..... حضرت زید رضی اللہ عنہ جب پیغام لے کر گئے تو کمال تقویٰ و روع کی وجہ سے دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوئے جب کہ ابھی پردہ کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا..... حضور ﷺ کا پیغام حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کانوں تک پہنچا تو کہا کہ میں اپنے اللہ سے مشورہ اور استخارہ کئے بغیر کوئی جواب نہیں دے سکتی..... چنانچہ گھر میں نماز کے لئے مخصوص جگہ میں تشریف لے جا کر استخارہ کے نوافل ادا کرنا شروع کر دیئے.....

ادھر اللہ تعالیٰ نے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں نکاح کر دیا جس کے بعد جبرائیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے..... فلما قضی زید منها وطر ازوجنا..... کہایعنی جب زید اپنی حاجت پوری کر چکے اور طلاق دے دی تو ہم نے آپ سے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا.....

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان نکاح کے بعد آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف تشریف لے گئے اور بلا اجازت گھر میں داخل ہوئے.....

منافقین نے جب اس پر چہ میگوئیاں شروع کیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا.....

ماکان محمد ابا احد من رجا لکم ولكن رسول الله

وخاتم النبیین۔ الخ۔

”یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی حقیقی باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس لحاظ سے آپ پوری امت کے روحانی باپ ہیں..... اور سب ان کے

روحانی بیٹے ہیں..... اور وہ آخری نبی ہیں۔“

تاریخ نکاح مہر اور وفات:

بعض سیرت نگاروں کے نزدیک حضرت زینب ۴ھ کو آپ کی زوجیت میں آئیں جب کہ اکثر کے نزدیک ۵ھ کو آپ کا نکاح ہوا..... اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵ برس تھی..... چار سو درہم مہر مقرر ہوا..... صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے..... کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا تم میں سے سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا..... ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اسی ارشاد کو ظاہر پر محمول کر کے جب اکٹھی ہوئیں تو اپنے اپنے ہاتھ ناپتیں..... لیکن سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہاتھ لمبا کے ہونے سے سخاوت اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مراد تھا..... جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصف خاص تھا..... (بخاری، مسلم) چنانچہ چھ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں رہ کر ۲۰ھ پچاس یا تیرہین (۵۳) برس کی عمر میں مدینہ منورہ کے اندر رحلت فرما گئیں..... آپ سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں.....

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور نزول آیت حجاب:

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام و مرتبہ تو بہت بلند و بالا ہے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ عام خواتین کا بھی بغیر پردہ کے نکلنا پسند نہ کرتے تھے..... اور نزول حجاب کے بہت زیادہ خواہش مند اور متمنی رہتے تھے..... علامہ ابن کثیر ابن ابی حاتم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ کھانے پر بلایا تو آپ نے فرمایا کاش کہ پردہ کے

متعلق کوئی حکم نازل ہو جائے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۵)
 علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت حضرت عمرؓ کی موافقات میں ہے۔

وذلك احد موافقات عمر رضي الله عنه وهي مشهورة۔
 (روح المعاني ج ۲۲ ص ۷۲)
 علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو حضرت عمرؓ کی موافقات میں سے قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذه ايه الحجاب و فيها احكام و اداب شرعيه وهي مما وافق تنزيلها قول عمر بن خطاب رضي الله عنه كما ثبت ذلك في الصحيحين عنه انه قال وافقت ربي في ثلاث وقلت يا رسول الله ان نساك يدخل عليهن البر والفاجر فلو حجتيهن فانزل ايه الحجاب۔

(الخ بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۰۶ مسند احمد ج ۱ ص ۲۲ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۳)

”اس آیت میں پردے کے احکام اور شرعی آداب کا بیان ہے یہ ان آیات میں سے ایک ہے جو حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے تین باتوں میں اپنے رب سے موافقت کی ہے اور میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم کر دیں تو اچھا ہوگا پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیت اتار دی۔“

جیسے آیت حجاب کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عظمت پر دال ہے..... اسی طرح اس آیت کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ولیمہ کے موقع پر نازل ہونا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ پر دال ہے.....

اس لئے بھی کہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص ولایت سے فرمایا تھا صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کے ولیمہ پر اس قدر اہتمام نہیں کیا جتنا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ پر کیا..... ایک بکری ذبح کی لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا کھانا کھانے کے بعد کچھ لوگ باتوں میں لگ گئے..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ لوگ اٹھ جائیں..... چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کی تیاری بھی کی پھر بھی وہ نہ اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے..... ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس ہو کر آئے تو بھی تین آدمی بیٹھے رہے..... چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں شرم و حیا اور مردت بھی بہت زیادہ تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کچھ فرماتے بھی نہ تھے پھر لوٹ گئے واپس آئے تو بھی وہ تینوں آدمی باتوں میں مصروف تھے..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ بھی لوٹ گئے جب یہ لوگ اٹھ گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی..... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی جانا چاہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ کر دیا اور یہ آیت اتری..... یا ایہا الذین امنوا الخ..... (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۴)

فاروق اعظم کی رائے سے مطابقت رکھنے والی آیت حجاب سے مراد کونسی آیت ہے؟

امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں.....

انا اعلم الناس بهذا الاية آية الحجاب لما اهديت زينب
الى النبی ﷺ فانزل الله - (يا ايها الذين امنوا لا تدخلوا
بيوت النبی - الخ) (كتاب التفسير ج ۲ ص ۷۰۶)

”کہ میں پردے کی آیت کے بارے میں سب سے زیادہ
جانتا ہوں کہ جب حضرت زینب نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجی
گئیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا
تدخلوا بیوت النبی - الخ

یہ روایت اور اس سے قبل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونے والی آیت حجاب سے
مراد مذکورہ بالا آیت ہے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو مذکورہ آیت کے تحت
درج کرنے کے علاوہ ایک اور روایت ابن ابی حاتم طبرانی اور ابن ابی حاتم
کے حوالہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص دیر تک حضور ﷺ
کے پاس بیٹھا رہا آپ کئی دفعہ کھڑے ہوئے کہ یہ شخص اٹھ کر چلا جائے گا
لیکن اس نے ایسا نہ کیا تو کچھ دیر بعد وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ رحمۃ اللعالمین کے رخ نور اور اس آدمی کو دیکھ کر بات کی تہہ تک
پہنچ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا شاید سرور کائنات کو
تیرا اتنی دیر بیٹھنا ناگوار گزر رہا ہے اب جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
حضور ﷺ سے عرض کیا لو اتخذت حجاباً فان نساءك لسن كسائر النساء
وهو اظهر لقلوبهن فانزل الله (يا ايها الذين امنوا لا تدخلوا بيوت النبی - الخ)
فارسل الي عمر فاخبره بذلك - (تفسير الدر المنثور ج ۵ ص ۲۱۳)

”کہ اگر آپ ﷺ ازواج کو پردہ کا حکم دے دیں تو بہتر ہوگا
کیونکہ آپ ﷺ کی ازواج دوسری عورتوں کی طرح نہیں بلکہ
ان سے افضل ہیں اور یہ بات ان کے دلوں کے لئے طہارت
و پاکیزگی کا باعث ہوگی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (لا تد
خلوا بیوت النبی) تو حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس
آیت کے نزول کے متعلق بتلایا۔“

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ صاحب نے بھی
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو اسی آیت کی
تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے۔ (معارف القرآن ج..... ۷ ص ۲۰۱)

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے
مطابق نازل ہونے والی آیت حجاب سے مراد مذکورہ آیت ہے..... اسی پر اکتفا کیا
جاتا ہے ورنہ کتب احادیث و تفسیر میں اس سے متعلق اور بھی کئی روایات ہیں.....
اس کے برعکس علامہ بدر الدین عینی..... یا ایہا النبی قل لا زوا جک۔ الخ..... کو
آیت حجاب قرار دیتے ہیں۔

عمدة القاری شرح بخاری ج..... ۸ ص ۹۲ پوری آیت یہ ہے:

یا ایہا النبی قل لا زوا جک و بنتک و نساء اللومنین
یدنین علیہن من جلا بیہن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یو
زین و کان اللہ غفوراً رحیماً..... (پ ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰، ۵۹)

”اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور
(عام) ایمان والوں کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر نیچی کر لیا کر
یں اپنی چادر تھوڑی سی اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی

اور اس لئے انھیں ستایا نہ جایا کرے گا اور اللہ تو بڑا مغفرت والا رحمت والا ہے۔“

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ گھروں میں بیت الخلاء کے انتظام نہ ہونے کی وجہ سے عورتیں قضائے حاجت کے لئے باہر جایا کرتی تھیں..... اس طرح ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نزولِ حجاب کے بعد قضائے حاجت کے لئے باہر جا رہی تھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے جسم کے لانا ہونے کی وجہ سے پہچان کر آواز دی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور واقعہ بیان کیا تو اس پر یہ آیت اتری.....

بعض روایات کے مطابق منافقین کے تعرض یا آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان فرق کرنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر الدر المنثور ج ۵ ص ۲۲۱)

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ پردہ کی تفصیل سے متعلق سات آیتیں نازل ہوئی ہیں..... چار سورہ احزاب میں اور تین نور میں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پردہ کے متعلق نازل ہونے والی سب سے پہلی یہی آیت ہے..... لا تدخلوا بیوت النبی۔ الخ (معارف القرآن ج..... ۷ ص ۲۱۰)

بہر حال نزولِ پردہ کے اسباب و واقعات تعدادِ آیات اور تقدم و تاخر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آیاتِ حجاب کے نازل ہونے میں نہ تو کوئی فرق آتا ہے..... اور نہ ہی اس میں کسی کا کوئی اختلاف پایا جاتا ہے..... بلکہ سب روایات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نزولِ حجاب پر متفق ہیں.....

خلاصہ تفسیر:

مذکورہ آیت کو محدثین و مفسرین کی اصطلاح میں آیاتِ حجاب کہا جاتا ہے

..... جس میں پردہ کو لازمی و ضروری قرار دینے کے ساتھ ساتھ کچھ اور احکام بھی بیان کر دیئے گئے ہیں..... اگرچہ سبب نزول حضور ﷺ کا ایک خاص واقعہ ہے..... لیکن اس کا حکم سب مسلمانوں کے لئے عام ہے..... یعنی بلا اجازت دعوت میں مت جاؤ..... اور نہ ہی وقت سے پہلے کھانے کے انتظار میں بیٹھو..... اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو وہیں مجلس جما کر گپ شپ میں نہ لگ جاؤ تا کہ اس سے گھر والوں کے کام کاج میں حرج واقع نہ ہو..... اور نہ ہی ان کے لئے آنے والوں کی طویل مجلسی میں ناگواری کا باعث بنے.....



(۱۳)

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۖ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۚ

(پ ۲۷، سورۃ الواقعہ، آیت ۳۹، ۴۰)

”جم غفیر پہلوں میں سے اور بہت بڑی جماعت پچھلوں میں سے ہوگی۔“

اہل جنت و دوزخ کی اقسام:

یہ سورہ واقعہ کی آیات ہیں اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت و دوزخ کی تین اقسام بیان کی ہیں..... اور پھر ہر ایک قسم کے حالات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے.....

اصحاب المیمۃ:

یہ جماعت عرش کی دائیں جانب ہوگی..... جو حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو سے پیدا ہوئے..... ان کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے..... اور ان کو عرش کے دائیں جانب جمع کیا جائے گا..... یہ سب جنتی ہوں گے.....

اصحاب المشمۃ:

یہ گروہ عرش کی بائیں جانب ہوگا..... جو کہ آدم علیہ السلام کے بائیں جانب سے پیدا ہوئے..... ان کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے..... اور ان کو بائیں جانب ہی جمع کر دیا جائے گا، یہ سب جہنمی ہوں گے۔

طائفہ سابقون:

یہ لوگ عرش خدا کے بالکل سامنے خاص جگہ میں ہوں گے جیسے انبیاء

..... رسل..... صدیقین..... شہداء ان کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب نصیب ہوگا.....
 یہ مقررین آرام و نعمت کے باغوں میں ہوں گے..... اولین و آخرین کی تفسیر۔
مفسرین نے اولین و آخرین کی تین تفسیریں بیان کی ہیں:

اول: کہ ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب زمانہ کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقررین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں..... بعد میں آنے والے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی..... جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہترین میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والوں کا ان کے بعد پھر ان سے پچھلے آنے والوں کا.....
دوم: کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک آنے والے اولین میں شامل ہیں..... اور خاتم النبیین سے لے کر قیامت تک آنے والی مخلوق آخرین میں شامل ہے۔
سوم: بعض مفسرین نے اولین و آخرین سے اسی امت محمدیہ کو مراد لیا ہے۔

تیسری تفسیر:

کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک آنے والے لوگ اولین میں شامل ہیں جبکہ خاتم النبیین سے لے کر قیامت تک آنے والی مخلوق آخرین ہے.....

اس تفسیر کے مطابق بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلی امتوں کے مقررین زیادہ ہونگے اور اس امت محمدیہ کے تھوڑے..... اسی وجہ سے علامہ ابن کثیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں..... کہ جب یہ آیت..... ثلثة من الاولین وقلیل من الاخرین نازل ہوئی شق ذالک علی اصحاب النبی ﷺ..... کہ یہ آیت اصحاب رسول اللہ ﷺ کیلئے بڑے تعجب کا باعث بنی..... اس کے بعد علامہ ابن کثیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں..... اور حافظ ابن

عسا کرنے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت سن کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا پہلی امتوں میں سابقین زیادہ ہوں گے اور ہم میں تھوڑے ہوں گے.....

فامسلك اخر سورة سنه ثم نزلت (ثلة من الاولين وثلة من الاخرين) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا عمر تعال فاسمع ما قد انزل الله ثلة من الاولين وثلة من الاخرين الا وان ادم الى ثلة وامتى ثلة الغ.....

”اس کے ایک سال بعد یہ آیت.....ثلة من الاولين وثلة من الاخرين..... نازل ہوئی..... تو حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا سنو اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے یہ جو نازل فرمایا ہے..... کہ اولین میں سے ہر ایک ثلہ یعنی بڑی جماعت ہوگی اور آخرین میں سے بھی ایک ثلہ یعنی بڑی جماعت ہوگی..... تو آدم علیہ السلام سے لیکر مجھ تک ایک ثلہ ہے..... اور میری امت دوسرا ثلہ۔“ (تفسیرین کثیر ج ۳ ص ۲۸۲ معارف القرآن ج ۸ ص ۲۷۱)

علامہ جلال الدین سیوطی اس آیت کو موافقات عمر میں سے شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں..... کہ آیت ثلة من الاولين وثلة من الاخرين..... کے شان نزول کا قصہ وہی ہے جس کو ابن عسا نے بروایت جابر بن عبد اللہ بیان کیا ہے..... (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۰)

بہر حال روایات سے معلوم ہوا کہ سورہ واقعہ کی یہ آیت.....ثلة من الاولين..... ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونے والی آیات میں سے ہے



سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ
اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

(پ ۲۸، سورۃ المنافقون، آیت ۶)

”ان (منافقین) کے حق میں آپ کا استغفار کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں..... اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا..... بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا“

حضور ﷺ کا منافقین کے لئے استغفار..... فاروق اعظمؓ کی رائے اور اعلان خداوندی:

مذکورہ آیت کے مفہوم و مضمون سے ملتی جلتی کچھ تشریح سورہ تو بہ کی آیات میں گزر چکی ہے..... وہیں عبد اللہ بن ابی کا بھی کچھ حال بیان ہو چکا ہے..... کہ یہ شخص اپنے ظاہری اسلام کو چکانے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشنا رہتا تھا..... رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کا خطبہ شروع کرتے تو عبد اللہ بن ابی لوگوں کو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اور دین اسلام پر استقامت و ثابت قدمی کی تلقین کے لئے کھڑا ہو جاتا جب یہ غزوہ احد سے ایک تہائی لشکر لے کر واپس آ گیا تھا تو اس کا کفر و نفاق کسی پر مخفی نہیں رہا تھا..... رسول اللہ ﷺ جب احد سے واپس تشریف لا کر جمعہ کے لئے رونق افروز ہوئے تو حسب عادت اس نے اظہار اسلام و محبت خدائے رسول ﷺ کا سابقہ انداز اپنانا چاہا..... لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے زبردستی کی اور ڈانٹ پلائی تو مسجد سے باہر نکل گیا.....

بعض لوگوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگنے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کی نصیحت کی ابن ابی نے لوگوں کی ان باتوں کی طرف ذرا کان نہ دھرا.....

اس شخص کی موت پر رسول اللہ ﷺ کی قمیض میں کفن دینے لعاب مبارک منہ میں ڈالنے اور نماز جنازہ پڑھانے اس کے لئے استغفار کی دعا کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ابن ابی کا جنازہ پڑھانے سے منع کرنے اور دیگر منافقین کے لئے دعائے استغفار نہ کرنے کا ذکر گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے..... جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق و تصویب میں سورہ توبہ کی آیات نازل ہوئیں..... رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ میں ان کے لئے سترہ سے زیادہ دفعہ استغفار کروں گا..... اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق منافقین کے لئے مطلقاً استغفار کرنے سے منع کر دیا ہے..... اور استغفار و عدم استغفار کو منافقین کے حق میں برابر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے..... کہ اللہ منافقین کو ہرگز معاف نہیں فرمائیگا اس لحاظ سے یہ آیت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے موافقت رکھتی ہے چنانچہ علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں!

فوالله لاستغفرون لهم اكثر من سبعين مرة لعل الله ان يغفر لهم فنزلت هذه الاية (سواء عليهم استغفرت لهم - الخ)
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں منافقین کیلئے سترہ سے زیادہ دفعہ مغفرت طلب کرونگا شاید اللہ ان کو معاف فرمادیں، جس پر سورۃ منافقون کی یہ آیت نازل ہوئی..... سواء عليهم - الخ (روح المعانی صفحہ ۱۱۳ ج ۲۸)

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ ایک قوم کے حق میں دعائے مغفرت فرمانے لگے تو میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا (سواء علیہم) نازل ہوئی..... تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۹..... محدث سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں منافقین کیلئے سترہ سو سے زیادہ مرتبہ استغفار کرونگا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ لا یغفر لہم ابد الاستغفرت لہم ام لم تستغفر لہم فنزلت سواء علیہم..... الخ اخرجہ فی الفضائل بخاری صفحہ ۷۰۶ ج ۲ حاشیہ نمبر ۷..... یعنی منافقین کیلئے آپ ﷺ کا بخشش مانگنا نہ مانگنا برابر ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اس کے بعد یہ آیت (سواء علیہم - الخ) نازل ہوئی۔



(۱۵)

عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَكَكَ أَنْ يُبْدِلَهُ أَنْزَلَ وَأَجَاخِزًا
مِنْكَ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَنَاطَتٍ يَدَيْتِ عِيْدَتٍ لِّسَبْحَتِ
تَيَّبَتِ وَأَبْكَارًا ۝ (پ ۲۸، سورۃ التحریم، آیت ۵)

”اگر پیغمبر ﷺ تمہیں طلاق دیدیں تو بہت جلد انہیں انکار ب
تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائیگا جو حکم بردار
ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں تو بہ کرنے
والیاں عبادت بجالانے والیاں روزے رکھنے والیاں ہونگی بیوہ
اور کنواریاں۔“

مختصر قصہ تخیر طلاق اور آپ ﷺ کا شہد تناول فرمانا:

غزوہ بنو نضیر اور بنو قریضہ کی فتوحات کے بعد مسلمانوں کو کچھ خوشحالی اور
فراخی حاصل ہو چکی تھی اموال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کئے گئے تو ازواج
مطہرات رضی اللہ عنہن کے دل میں بھی خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ رکھا
ہوگا لہذا ہم بھی کچھ مطالبہ کرتیں ہیں..... صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے جمع ہو کر نان و نفقہ کے بڑھائے جانے کا مطالبہ کیا
آپ ﷺ کو اپنی ازواج کا یہ مطالبہ سن کر رنج ہوا جس پر سورۃ احزاب کی آیت تخیر
نازل ہوئی.....

یا یہا النبى قل لازواجك ان کنتن تر دن الحیوة الدنيا وزینتها
الغ..... اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی رونق چاہتی ہو۔ جب اس آیت میں طلاق
کا اختیار دیدیا گیا تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے یکے بعد دیگرے

تمام ازواج نے دنیا کی ظاہری زیب و زینت کو چھوڑ کر آنحضرت ﷺ کو اختیار کرنے کا اعلان و اظہار کیا ایک اور واقعہ جو سبب تخیر طلاق کا بنا تھا اسے مفسرین نے سورۃ تحریم کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت شریفہ عصر کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جانے کی تھی آپ ﷺ کی ہر زوجہ دوسروں سے زیادہ حضور ﷺ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی متمنی ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ دیر ہو گئی، دوسری ازواج کو پتہ چلا کہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس شہد تناول فرمانے کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ کے مطابق حضور ﷺ کی ان کے پاس تشریف آور ی پر کہا کہ آپ ﷺ نے شاید مغایر (جو کہ ایک قسم کی گوند تھی) کھایا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے شہد کھایا ہے..... لہذا پھر کبھی نہ نوش کروں گا..... چونکہ اس واقعہ میں ازواج کی باہمی غیرت کی صورت پیش آ گئی تھی، اس لئے بعض مفسرین نے اس واقعہ کو تخیر طلاق کا سبب قرار دیا ہے، ممکن ہے اور واقعات بھی پیش آئے ہوں چونکہ ہمارا مقصود کوئی واقعات کا احصاء و شمار نہیں اس لئے اصل مضمون شروع کیا جا تا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری میرا پڑوسی تھا میں نے اور اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہونے کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں..... ایک دن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس دن کی تمام احادیث و آیات آ کر مجھے سنا دیتا اور ایک دن میں آپ کی خدمت میں گزارتا اور اس دن کی حدیثیں اور آیتیں اسے سنا دیتا انہیں دنوں ہمارے درمیان یہ بات مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ جنگی تیاری میں مصروف ہے وہ کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتا ہے ایک دن میرا ساتھی عشاء کے وقت واپس آ گیا میرے دروازے پر زور دار دستک کے ساتھ آوازیں دینا شروع کر دیں میں گھبرا کر باہر نکلا کہ شاید کوئی بڑا ہی

حادثہ پیش آ گیا ہے پوچھا خیریت تو ہے؟ اس نے کہا بڑا بھاری کام ہو گیا ہے میں نے کہا کہ کہیں عسائی نے حملہ تو نہیں کر دیا اس نے جواب دیا..... اس سے بھی بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے میں نے پوچھا ایسا بڑا حادثہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ حضور ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے، میں نے کہا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تو برباد ہے، نقصان اٹھایا..... صبح کی نماز ادا کر کے کپڑے پہن کر میں سیدھا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں پوچھا..... طلاق تو نہیں دے دی گئی.....

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کچھ معلوم نہیں..... آپ ﷺ بالا خانے میں تشریف لے گئے ہیں..... میں وہاں گیا تو ایک حبشی غلام پہرے پر تھا..... میں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اجازت طلب کرو..... غلام نے واپس آ کر جواب دیا کہ اجازت نہیں ملی..... عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا تو دیکھا کچھ لوگ رو رہے ہیں..... میں کچھ دیر بے چینی کے ساتھ بیٹھا..... دوسری مرتبہ بھی اجازت مانگی نہ ملی تو تیسری دفعہ اجازت کے بعد میں حضور ﷺ کے پاس گیا دیکھا تو حضور ﷺ ایک بورے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں..... جس کے نشان آپ ﷺ کے بدن اقدس پر نمایاں ہیں..... میں نے کہا..... یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے..... آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا نہیں..... پھر میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! بات یہ ہے کہ ہم قوم قریش تو اپنی بیویوں کو اپنے دباؤ میں رکھتے تھے..... لیکن مدینہ والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں..... جن کو دیکھا دیکھی دوسری عورتوں نے بھی یہ حرکت شروع کر دی..... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کا ذکر کیا..... یہ بھی کہا کہ آپ کی بیویاں بھی اس بات کی طرف دھیان نہیں کر رہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں..... اس پر حضور ﷺ مسکرائے..... پھر

حرفہ فی الواقع کے پاس جانا اور ان سے اپنی بات چیت کا تذکرہ کیا..... حضرت عمرؓ فرماتے ہیں..... میں کچھ دیر کا رہا..... اب جو اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھا تو سوائے تین خشک کھالوں کے اور کوئی چیز نہ تھی..... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ رومی و فارسی جو اللہ کو بھی نہیں مانتے کیسے ناز و نعم میں زندگی بسر کر رہے ہیں..... آپ کی امت پر بھی اللہ کشادگی کرے..... اب تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے..... اور فرمایا..... اے ابن خطاب! کیا تجھے شک ہے؟ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اچھائیوں کا صلہ دنیا ہی میں دے دیا ہے..... باقی ناراضگی کی وجہ سے آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی تھی۔ بخاری، مسلم، ترمذی

حضرت عمرؓ کی رائے اور نزول آیتین:

مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے..... اور یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گئے تھے..... اور ڈیوڑھی پر پہرہ دار غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ تھے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عرض کیا تھا.....

فقلت يا رسول الله ما يشق عليك من امر النساء فان كنت طلقتن فان الله معك و جبريل وميكال وانا وابوبكر والمؤمنون معك وقلما تكلف واحمد الله بكلام الارجوت ان يكون الله يصدق قولي فنزلت هذه الاية التخيير (عسى ربه ان طلقكن ان يبدلن أزواجا خيرا منكن..... وان تظهرا عليه فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين والمثلثة بعد ذلك ظهر فقلت اطلقتهن؟ قال لا فقت على باب المسجد فناديت يا

على صوتى لم يطلق نساءه ونزلت هذه الآية واذا جاء
هم امر من الامن - الخ

”یا رسول اللہ عورتوں کے بارے میں آپ ﷺ مشقت میں
کیوں پڑتے ہیں اگر آپ انہیں طلاق بھی دے دیں تو آپ
کے ساتھ اللہ اس کے فرشتے جبرائیل میکائیل اور میں اور ابو
بکر اور سب مومن ہیں..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
الحمد للہ اس قسم کی بات پر مجھے اللہ سے تصدیق کی امید ہوتی
تھی..... اور اس موقع پر یہ آیتیں..... عسی رہہ الخ وان
تظاہر۔ الخ..... نازل ہوئیں، میرے سوال پر جب مجھے یہ
معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد کے
دروازے پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ آپ ﷺ نے طلاق
نہیں دی۔“

اس پر یہ آیت..... فاذا جاءهم امر - الخ..... نازل ہوئی یعنی جب ان
کے پاس کوئی امن یا خوف کی خبر پہنچتی ہے تو اسے شہرت دینے لگتے ہیں۔ الخ
(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور
روایت نقل کرتے ہیں!۔

قال عمر اجتمع نساء النبي ﷺ في الغيرة عليه فقلت لهن
(عسی رہہ الخ) فنزلت هذه الآية (عسی رہہ۔ الخ)

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی بیویاں غیرت میں
آگئیں جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات سے کہا

(کہ اگر حضور ﷺ تمہیں طلاق دیدیں گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ ﷺ کو دیگا تو انہی الفاظ میں یہ آیت نازل ہوئی.....) (تفسیر ابن کثیر ج ۲..... ص ۳۸۹..... روح المعانی ج ۲۸..... ص ۱۵۵)..... امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں..... عن انس قال قال عمرؓ وافقت اللہ فی ثلاث۔“

قال وبلغنی معا قبہ النبی ﷺ بعض نسائه قد خلت علیہن قلت ان انتہیتن او لیبدلن اللہ ورسولہ ﷺ خیرا منکن حتی اتیت احدی نسانہ قالت یا عمرؓ اما فی رسول اللہ ﷺ ما یغط نساء حتی تعظهن انت فانزل اللہ عسی ربہ ان یتطعن ان یبدلہ ازواجاً خیرا منکن مسلمت الایہ.....

”حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین باتوں میں میں نے اللہ سے موافقت کی..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت ﷺ اپنی ازواج پر ناراض ہو گئے ہیں..... میں نے ازواج سے جا کر کہا کہ تم حضور ﷺ کو ناراض کرنے سے باز آ جاؤ نہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تم سے بہتر بیویاں دے دے گا (جب میں آپ ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ (ام سلمہ) کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ کیا آنحضرت ﷺ اپنی ازواج کو نصیحت نہیں کر سکتے کہ تم نصیحت کرنے آئے ہو پس اس

وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی..... (عسی رہے۔ الخ)

(بخاری شریف ج ۲ کتاب التفسیر ص ۷۰۶)

چنانچہ محدث سہانپوری تو واضح طور پر اس آیت کو موافقات عمر میں شمار کرتے ہوئے حاشیہ بخاری میں اس روایت کے تحت رقمطراز ہیں.....

لما اعتزل عليه السلام نساء في المشر به يا رسول الله ان

كنت طلقت نساء ك فالله معك وجبريل وانا

وابوبكر والمؤمنون فانزل الله وان تظاهروا عليه الایہ۔

(بخاری..... ج ۲ ص ۷۰۶..... حاشیہ نمبر ۷)

”کہ جب حضور ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے الگ ہو کر

بالا خانے میں تشریف لے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اپنی ازواج کو طلاق دے دیں تو

یقیناً اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام..... میں..... ابوبکر رضی اللہ عنہ..... اور

سب مؤمن آپ کے ساتھ ہیں..... تو اس پر یہ آیہ وان تظا

هرا علیه۔ الخ..... نازل ہوئی۔

تفسیر ابن کثیر میں بیان کردہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ التحریم کی

یہ آیت بھی مستقلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی تھی..... جیسا کہ

اوپر بیان ہوا..... پوری آیت کریمہ یہ ہے.....



(۱۶)

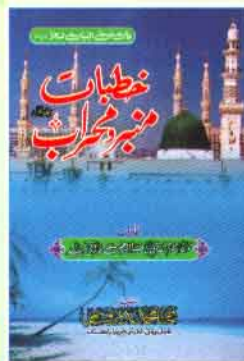
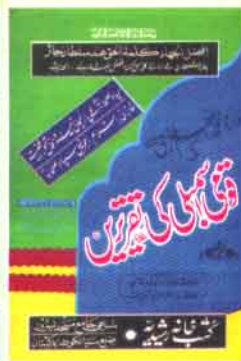
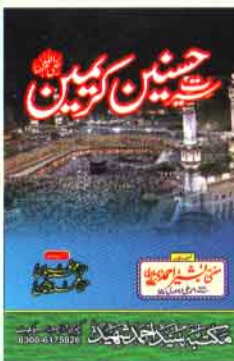
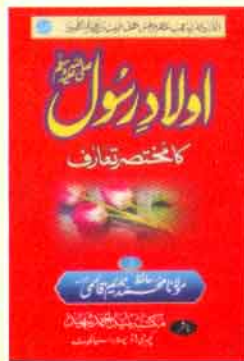
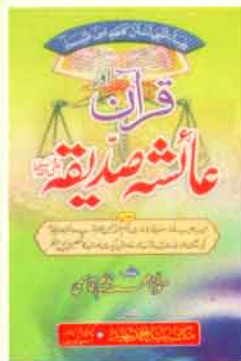
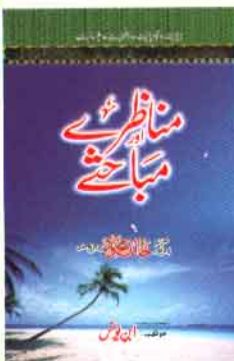
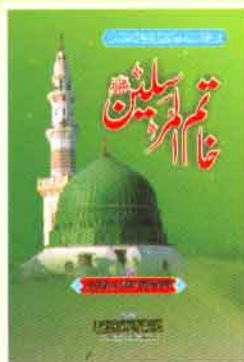
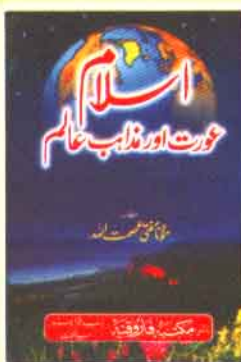
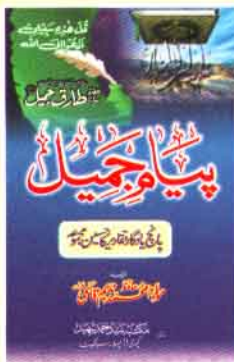
إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝

(پ ۲۸، سورۃ التحریم، آیت ۴)

”دونوں بیویوں! اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کر لو تو بہتر ہے یقیناً تمہارے دل کج ہو گئے ہیں..... اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی..... پس بے شک اس کا کارساز اللہ ہے..... اور جبرائیل علیہ السلام ہیں اور نیک ایماندار اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔“



ہماری دیگر مطبوعات



0321-6480120